ماہنامہ خواتین

جلد: 01 شمارہ: 11

ویب ایڈیشن

مال میں خیر و برکت

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ
جو شخص اس درودِ پاک کو پڑھے گا اس کا
مال و دولت روز بروز بڑھتا رہے گا۔
(تفسیر روح البیان، 7/ 233)

کھانسی کا علاج

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ 66 بار روزانہ پڑھ
کر مریض پر دم کیجئے اِن شآءَ اللّٰہ
فائدہ ہو گا۔
(مدت علاج: تا حصول شفا)
(بیمار عابد، ص 36)

زہریلے جانوروں سے محفوظ رہنے کی دعا

نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد ہر روز 3 بار یہ دُعا
پڑھئے اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھ لیجئے:
”اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ“
اس کے بعد پارہ 23 سورۃُ الصّٰفّٰت کی آیت 79 بھی
پڑھئے۔ یہ دُعا سفر و حضر میں ہمیشہ ہی صبح شام پڑھا
کیجئے، زہریلی چیزوں سے محفوظ رہیں گے، بہت
مجرّب ہے۔
(مراٰۃ المناجیح، 4/ 35، مدنی پنج سورہ، ص 220)

برائے قوتِ حافظہ

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے
قبل ذیل میں دی ہوئی دعا (اوّل آخر دُرودِ
پاک کے ساتھ) پڑھ لیجئے اِن شآءَ اللّٰہ جو کچھ
پڑھیں گے یاد رہے گا:
”اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَانْشُرْ
عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام“
(المستطرف، 1/ 40 مفہوماً)

CONTENTS

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریری طور پر) واٹس ایپ نمبر پر

بھیجئے: mahnamahkhawateen@dawateislami.net پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

WhatsApp 0348-6422931

مناجات

الٰہی دکھادے جمالِ مدینہ

الٰہی دکھادے جمالِ مدینہ
کرم سے ہو پورا سوالِ مدینہ
عطا کیجئے حاضری کی سعادت
عنایت ہو مجھ کو وصالِ مدینہ
دکھادے مجھے سبز گنبد کے جلوے
دکھا مجھ کو دشت و جبالِ مدینہ
پہنچ کر مدینے میں ہوجائے مولا
مِری جاں فدائے جمالِ مدینہ
غمِ عشقِ سرور خدایا عطا کر
مجھے از طفیلِ بلالِ مدینہ
خدائے محمد ہمارے دلوں سے
نہ نکلے کبھی بھی خیالِ مدینہ
قدم چوم کر سر پہ رکھ لینا عطارؔ
نظر آئے گر نو نہالِ مدینہ

از امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ
وسائلِ بخشش (مُرَمَّم)، ص363

منقبت

منقبتِ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

کس سے فریاد کریں پیارے رضا تیرے بعد
کون پُرساں ہے غریبوں کا بھلا تیرے بعد
شام ہوتی ہے سحر ہوتی ہے لیکن مولا
زندگی کا نہ رہا کوئی مزہ تیرے بعد
تُو نے ہم جیسے گنواروں کو نوازا ایسا
خلق انگشت بدنداں ہے شہا تیرے بعد
اہلِ سنت پہ وہ احسان کیے ہیں تُو نے
کوئی جچتا ہی نہ محسن ہے سوا تیرے بعد
لاڈلے غوث کے! فریاد ہماری سُن لے
ایک ہنگامۂ محشر ہے بپا تیرے بعد
میں بھکاری ہوں ترا، اے مرے غیرت والے
مانگتے غیر سے آتی ہے حیا تیرے بعد
آلِ سادات کے اے ناز اٹھانے والے
کیوں پریشان ہے ایوبؔ ترا تیرے بعد

از مولانا سید ایوب علی رضوی رحمۃُ اللہِ علیہ
شمائمِ بخشش، ص37

بنت طارق عطاریہ مدنیہ
ناظمہ جامعۃ فیضانِ ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

ایذائے مسلم

قرآنِ کریم میں ہے: وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۠ ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ (پ22، الاحزاب: 58)

ایک قول کے مطابق یہ آیت ان منافقوں کے متعلق نازل ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے اور ان کی شان میں بدگوئی کرتے تھے۔ ایک قول میں ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں نازل ہوئی۔ لہٰذا اس آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن حکم تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو عام ہے۔[1]

تفسیر قرطبی میں ہے: مسلمان مردوں اور عورتوں کو برے افعال و اقوال دونوں سے ہی اذیت ہوتی ہے جیسا کہ کسی پر بہتان لگانا اور اسے جھٹلانا۔ یہ بھی منقول ہے کہ آیتِ مبارکہ میں اذیت دینے سے مراد کسی مومن کو مذموم خاندان یا مذموم پیشے یا ایسی چیز کی وجہ سے عار دلانا ہے کہ جب وہ اسے سنے تو اس کے لئے وہ بوجھ بن جائے۔[2]

مسلمانوں کو بلاوجہِ شرعی ایذا دینے کا حکم: اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان کو بغیر کسی وجہ شرعی کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔[3] تفسیر روح البیان میں ہے: جس طرح اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اذیت دینے والا دنیا و آخرت میں لعنت کا مستحق ہے اسی طرح ایمان والوں کو اذیت دینے والا بھی دونوں جہاں میں لعنت و رسوائی کا حق دار ہے۔[4]

ایذائے مسلم کی مذمت پر مشتمل 2 فرامینِ مصطفےٰ: (1) جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی۔[5] یعنی جس نے اللہ پاک کو تکلیف دی بالآخر اللہ پاک اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔[6] (2) وہ ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کو دھوکا دے یا نقصان پہنچائے یا نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔[7]

مسلمانوں کو تکلیف دینے کا وبال: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہنمیوں پر خارش مسلط کر دی جائے گی تو وہ اپنے جسم کو کھجلائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک کے چمڑے سے ہڈی ظاہر ہو جائے گی تو اسے پکارا جائے گا: اے فلاں! کیا تجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ تو پکارنے والا کہے گا: تُو مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا یہ اس کی سزا ہے۔[8]

مسلمانوں کو ناحق ایذا دینے کی چند مثالیں: ☚ کسی کا مال دبا لینا ☚ تہمت لگانا ☚ کسی کو جھوٹے مقدمے میں پھنسا دینا ☚ بلا اجازت کسی کی ذاتی معلومات، ویڈیوز یا تصاویر سوشل میڈیا پر وائرل کرنا ☚ بلا اجازت کسی کی چیزیں استعمال کرنا ☚ قرض ادا کرنے میں بلاوجہ تاخیر کرنا ☚ گھورنا ☚ ڈرانا ☚ والدین، ساس یا شوہر کے آگے زبان درازی کرنا ☚ زبردستی کسی سے نکاح پر مجبور کرنا ☚ سونے یا عبادات کے اوقات میں شور مچانا، چیزیں کھسکانا، توڑ پھوڑ کرنا یا کیلیں ٹھوکنا ☚ جہیز کم لانے یا بے اولادی یا غریب ہونے پر طعنے دینا ☚ چوری کرنا ☚ نام بگاڑنا ☚ غیبت کرنا ☚ عیب لگانا ☚ کسی کو حقیر جاننا ☚ وعدہ خلافی کرنا ☚ گناہ پر عار دلانا ☚ پڑوسیوں کے گھر میں تانک جھانک کرنا ☚ بدگمانی کرنا ☚ دینی و دنیوی تقریبات کو وقت پر ختم نہ کرنا اور دورانِ

تقریب اٹھ کر جانے والیوں کو زبردستی بٹھا کر رکھنا وغیرہ۔

نوٹ: کُفّار کی بُرائیاں بیان کرنی جائز ہیں اگرچہ وہ مرگئے ہوں، البتہ! اگر مرنے والے کفار کے اہل و عیال مسلمان ہوں اور ان کافر والدین کی برائی کرنے سے انہیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے کہ اب یہ ایذائے مسلم ہے اور ایذائے مسلم جائز نہیں۔[9]

افسوس! آج ایک تعداد ایسی ہے جس کی یہ سوچ بن چکی ہوتی ہے کہ ❀ میرے ایسا کرنے یا بولنے سے کچھ نہیں ہوتا ❀ اگر مجھ اکیلی نے ایسا کر بھی دیا تو کیا ہوا! ❀ کبھی کبھار تو ایسا چلتا ہے ❀ صرف اپنا مطلب دیکھنا چاہیے وغیرہ۔ یاد رکھئے! یہی وہ سوچ ہے جو ایذائے مسلم کے بڑھتے ہوئے واقعات کی بڑی وجہ بن رہی ہے۔ ہمارے اسلافِ کرام اس معاملے میں کس قدر محتاط تھے اس حکایت سے اندازہ لگائیے، چنانچہ

حکایت: ایک بار امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک پاؤں ایک لڑکے کے پیر پر پڑ گیا تو اس نے کہا: جناب! کیا آپ قیامت کے روز لئے جانے والے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ یہ سنتے ہی آپ بے ہوش ہوگئے، جب ہوش آیا اور لڑکے کی بات سے گھبرانے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: کیا معلوم اس کی آواز غیبی ہدایت ہو![10] اس واقعے کو پڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جان بوجھ کر اس لڑکے کا پاؤں کچلا ہوگا! ایک ہم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ جانے روزانہ کتنوں کو ایذائیں دیتی ہوں گی! کتنوں کے حقوق مارتی ہوں گی! کتنوں کی دل شکنی کرتی ہوں گی! کسی کو جھاڑتی ہوں گی! کسی پر تہمت لگاتی ہوں گی! کسی کی غیبت کرتی ہوں گی! اللہ کریم ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ نیز یہ بھی یاد رہے! جھوٹ موٹ اپنی طرف سے گڑھ کر کسی پر کوئی الزام یا عیب لگانا اس کو افترا، تہمت اور بہتان کہتے ہیں۔[11] اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرامِ قطعی ہے خصوصاً معاذَ اللہ اگر تہمتِ زنا ہو۔[12] بہتان باندھنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔[13]

مومن پر تہمت لگانے کی سزا: حدیثِ پاک میں ہے: جو کسی مومن کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس میں نہ ہو تو اللہ پاک اُس (بہتان لگانے والے) کو **رَدْغَةُ الخَبال** میں رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے۔[14] **رَدْغَةُ الخَبال** جہنم میں وہ مقام ہے جہاں دوزخیوں کا پیپ و خون جمع ہوتا ہے۔[15] حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃُ اللہِ علیہ حدیثِ پاک کے اس حصے "یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے" کے تحت فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کے ذریعے یا جس عذاب کا وہ حق دار ہو چکا ہے اسے بھگتنے کے بعد پاک ہو جائے۔[16]

پاک دامن عورت پر بدکاری کی تہمت لگانے کی سزا: مدینۂ منورہ میں ایک نیک پرہیز گار عورت کا انتقال ہوا، غسل دینے والی عورت نے اپنی کسی دشمنی کی وجہ سے اس نیک عورت کی پردے کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: یہ کس قدر بدکار تھی۔ فوراً ہی غسل دینے والی عورت کا ہاتھ وہاں ایسا چمٹ گیا کہ ہزار کوششوں کے باوجود الگ نہ ہوا۔ تمام علمائے مدینہ اس کا سبب اور تدبیر معلوم کرنے سے عاجز رہے، لیکن حضرت امام مالک رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا: غسل دینے والی کو حدِّ قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والوں کے لئے مقرر کی ہے) لگائی جائے، چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق جب اس غسل دینے والی کو 80 کوڑے لگائے گئے تو خود بخود اس کا ہاتھ مرنے والی عورت سے الگ ہو گیا۔[17]

---

❶ تفسیر روح البیان، 7/ 238-239 ملتقطاً ❷ تفسیر قرطبی، الجزء: 14، 7/ 178 ❸ فتاویٰ رضویہ، 24/ 425 ❹ تفسیر روح البیان، 7/ 239 ❺ معجم اوسط، 2/ 387، حدیث: 3607 ❻ تفسیر صراط الجنان، 8/ 86 ❼ جامع صغیر للسیوطی، ص470، حدیث: 7688 ❽ احیاء العلوم، 2/ 242 ❾ نزہۃ القاری، 2/ 886 ❿ المناقب للموفق، 2/ 148 ⓫ جنتی زیور، ص121 ⓬ فتاویٰ رضویہ، 24/ 386 ⓭ تفسیر خازن، 3/ 144 ملخصاً ⓮ ابو داؤد، 3/ 427، حدیث: 3597 ⓯ مراۃ المناجیح، 5/ 313 ملخصاً ⓰ اشعۃ اللمعات، 3/ 290 ملخصاً ⓱ فتوحات مکیہ، 5/ 113

بنت کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

رزق میں فراخی

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں مبتلا تھے، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: کیا میں آپ کو خزانے میں سے کچھ دینے کا حکم دوں؟ تو انہوں نے عرض کی: مجھے حاجت نہیں۔ فرمایا: آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔ اس پر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بولے: کیا آپ میری بچیوں کے متعلق فقر و فاقہ کا خوف کرتے ہیں؟ حالانکہ میں نے ان کو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے! کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے تو اسے کبھی فاقہ نہ ہو گا۔[1]

شرحِ حدیث

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بعض شارحین نے اس حدیث کا ظاہری معنیٰ مراد نہیں لیا بلکہ اس کے معنیٰ میں تاویلیں کی ہیں کہ "کبھی فاقہ نہ ہو گا" اس سے مراد یہ ہے کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہو گی یا اسے **تَوَکُّل** نصیب ہو گا یا اسے دلی فاقہ یعنی عبادت سے غفلت نہ ہو گی مگر حق یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے کہ سورۂ واقعہ پڑھنے والا فقر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے۔ جبکہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھنے کا حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فقر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں۔ معلوم ہوا! دنیاوی نفع و اثر کے لیے بھی قرآنِ پاک پڑھنا جائز ہے۔ ہاں! ناجائز مقاصد کے لیے قرآنِ کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا جرم ہے۔[2]

سورۂ واقعہ پڑھنے کا وقت: حضرت خواجہ کلیم اللہ صاحب رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ادائے قرض اور رفاقہ دور کرنے کے لئے اس کو بعد مغرب پڑھو۔[3] بعض بزرگوں کا ارشاد ہے: مغرب کے بعد بلا کچھ بات کئے سورۂ واقعہ پڑھ کر یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ وَ یَا سَرِیْعَ الْحِسَابِ یَسِّرْ لَنَا الْحِسَابَ. اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ رِزْقِیْ فِی السَّمَآءِ فَاَنْزِلْهُ وَ اِنْ کَانَ فِی الْاَرْضِ فَاَخْرِجْهُ وَ اِنْ کَانَ بَعِیْدًا فَقَرِّبْهُ اِلَیَّ وَاِنْ کَانَ قَرِیْبًا فَیَسِّرْهُ وَ اِنْ کَانَ قَلِیْلًا فَکَثِّرْهُ وَ اِنْ کَانَ کَثِیْرًا فَخَلِّدْهُ وَ طَیِّبْهُ وَ اِنْ کَانَ طَیِّباً فَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ان شاءاللہ کبھی فاقہ نہ ہو گا۔[4]

سورۂ واقعہ کے فضائل: مذکورہ حدیث میں سورۂ واقعہ پڑھنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اس سورت کے مزید 3 فضائل ملاحظہ کیجئے:
❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ **سُوْرَۃُ الْغِنٰی** (محتاجی دور کرنے والی سورت) ہے۔[5] ❷ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ سورۂ حدید، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے والے کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں **سَاکِنُ الْفِرْدَوْس** (جنتُ الفردوس میں رہنے والا) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔[6]
❸ حضرت مسروق رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جسے یہ بات خوش کرے کہ وہ اَوَّلین و آخرین کا علم اور دنیا و آخرت کا علم جان جائے تو اسے چاہئے کہ وہ سورۂ واقعہ پڑھ لے۔[7]

تلاوتِ قرآن کے ذریعے غنا حاصل کرو: مذکورہ حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین بچیوں کو صبر و قناعت کی تعلیم کے علاوہ تلاوتِ قرآن کا بھی ذہن دیتے تھے کیونکہ قرآن پاک دینی و دنیاوی مسائل کے حل کا جامع ہے اور اصل غنا تو وہی ہے جو تلاوتِ قرآن کے ذریعے حاصل ہو جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قرآن کے ذریعے غنا حاصل

کرو کہ جو آیاتِ باری کے ذریعے غنا نہیں چاہتا اللہ پاک اسے غنی نہیں کرتا۔ یقیناً قرآنِ کریم ہی وہ غنا ہے جس کے ساتھ کوئی فقر ہے نہ اس کے بعد کوئی غنا۔ اللہ پاک جسے قرآن کی دولت عطا فرمائے اور وہ یہ گمان کرے کہ کوئی اس سے بڑھ کر غنی ہے تو بے شک اس نے اللہ پاک کی آیاتِ بینات کا مذاق اڑایا۔(8)

تلاوتِ قرآن کے چند دینی فوائد: ◈ قرآنِ پاک اللہ پاک کا ایسا بابرکت کلام ہے جس کا پڑھنا، سننا، چھونا یہاں تک کہ فقط دیکھنا بھی ثواب ہے ◈ قرآنِ پاک کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں ◈ قرآن کا عالِم بروزِ قیامت معزز فرشتوں اور محترم و معظم نبیوں کے ساتھ ہو گا ◈ تلاوتِ قرآن کرنے والے پر سکینہ نازل ہوتا ہے ◈ تلاوتِ قرآن بلندیِ درجات کا باعث ہے ◈ تلاوتِ قرآن سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے ◈ تلاوتِ قرآن کرنے والے کو بن مانگے عطا کیا جاتا ہے ◈ قرآن پڑھنے والوں کے والدین کو بروزِ قیامت تاج پہنایا جائے گا۔

تلاوتِ قرآن کے چند دنیوی فوائد: تلاوتِ قرآن کے بے شمار دنیوی فوائد بھی ہیں۔ اس کی سورتوں اور آیات میں اللہ پاک نے مختلف تاثیریں بھی رکھی ہیں تاکہ اس کی تلاوت کا شوق پیدا ہو۔ جیسا کہ ✱ سورۂ واقعہ فاقے سے محفوظ رکھتی ہے۔(9) ✱ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔(10) ✱ سورۂ یٰس کی تلاوت سے حاجات پوری ہوتی ہیں۔(11) ✱ رمضان شریف کا چاند دیکھ کر سورۂ فتح کو تین بار پڑھنے سے تمام سال رزق میں فراخی ہوتی ہے۔(12) ✱ سورۂ رحمٰن 11 بار پڑھنے سے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔(13) ✱ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھنے سے شیطان اور آفات سے حفاظت ہوتی ہے۔(14)

تنگ دستی میں شکوہ شکایات نہ کریں: اللہ پاک کی مقبول بندیوں کی یہ شان ہے کہ وہ فقر و فاقہ، تنگ دستی اور آزمائشوں میں مبتلا ہونے پر شکوہ شکایات کرنے کے بجائے اللہ پاک کی رضا پر راضی رہتی ہیں اور اسی کی یاد کے ذریعے اپنے مسائل کا حل تلاش کرتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اگر کبھی اس طرح کی آزمائش آن پڑے، تنگ دستی کا سامنا ہو، معاشی حالات خراب ہوں یا رزق میں تنگی ہو تو بے صبری اور شکوے شکایات کرنے، گھر کے مردوں یعنی شوہر، باپ، بیٹے کو جلی کٹی سنا کر اور طعنے دے کر ان کو حرام کی طرف قدم بڑھانے پر مجبور کرنے کے بجائے صبر سے کام لیں اور تلاوتِ قرآن بالخصوص سورۂ واقعہ کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں۔

تنگ دستی کا ایک سبب معصیت: یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آج ہم تنگ دستی اور معاشی حالات کی خرابی کا رونا تو روتی ہیں لیکن کیا ہم نے کبھی یہ غور کیا ہے کہ ہمارے گھروں سے گانے باجے کی آوازیں تو آتی ہیں لیکن تلاوتِ قرآن کی نہیں، ہمارے پاس کئی کئی گھنٹے ٹی وی اور موبائل کو دینے کیلئے تو وقت ہے لیکن نمازوں کی ادائیگی کیلئے ٹائم نہیں، ہمارے پاس ناولز اور ڈائجسٹ پڑھنے کا ٹائم تو ہے لیکن تلاوتِ قرآن کرنے کیلئے ٹائم نہیں۔

کہیں ہم نے رزق کے دروازے خود ہی تو بند نہیں کر دیئے! جس گھر میں دن رات اللہ پاک کی نافرمانی ہو وہاں اللہ پاک کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول کیسے ہو گا! یقیناً ہماری تنگ دستی کا سبب ہماری بد عملی ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍؕ(۳۰) (پ25، الشوریٰ: 30)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔

جو کچھ بھی ہے سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے

اللہ پاک ہم سب کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کو اپنا معمول بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تاریخ ابنِ عساکر، 33 / 187 ملتقطا (2) مراۃ المناجیح، 3 / 260 (3) مرقع کلیمی، ص93 ماخوذاً (4) جنتی زیور، ص598 (5) مسند الفردوس، 3 / 43، حدیث: 3819 (6) شعب الایمان، 2 / 491، حدیث: 2496 (7) مصنف ابنِ ابی شیبہ، 8 / 211، حدیث: 9 (8) قوت القلوب مترجم، 2 / 259 بتغیر (9) مشکاۃ المصابیح، 1 / 409، حدیث: 2181 ماخوذاً (10) دارمی، 2 / 538، حدیث: 3370 (11) تفسیر در منثور، 7 / 38 (12) مدنی پنج سورہ، ص82 (13) جنتی زیور، ص597 (14) فتح الباری، 10 / 48 تحت الحدیث: 5009 ملتقطاً

(قسط سوم)

قیامت کے دن کی مقدار

شعبہ ماہنامہ خواتین

گزشتہ سے پیوستہ: سابقہ قسط میں قیامت کی حقانیت کو عقلی و نقلی دلائل سے واضح کیا گیا تھا، اب قیامت کے دن کی مقدار سے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جائیں گی۔

قیامت کے دن کی مقدار: ارشادِ خداوندی ہے: كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ(۴) (پ29، المعارج:4) ترجمہ کنز العرفان: اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یعنی قیامت کے دن کی مقدار دنیوی سالوں کے حساب سے 50ہزار سال ہے۔[1] جبکہ ایک مقام پر ہے: كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ(۵) (پ21، السجدۃ:5) ترجمہ کنز العرفان: اُس دن کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار سال ہے۔ مفسرینِ کرام نے اس کی وضاحت یہ بیان کی ہے کہ قیامت کی سختیوں کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن 50ہزار سال کے برابر لگے گا اور بعض کو ہزار سال کے برابر لگے گا۔[2] مگر اللہ پاک کے جو خاص بندے ہیں ان کیلئے اتنا ہلکا کر دیا جائے گا، کہ معلوم ہو گا اس میں اتنا وقت صَرف ہوا جتنا ایک وقت کی نمازِ فرض میں صَرف ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی کم، حتیٰ کہ بعضوں کیلئے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔[3] اسی طرح قیامت کے دن سے متعلق مزید اقوال بھی مروی ہیں کہ ☆بعض کے لئے اس دن کی مقدار عصر سے مغرب کے درمیان جتنی کر دی جائے گی۔[4] ☆بعض کو قیامت کا دن ظہر تا عصر کے وقت کے برابر محسوس ہو گا۔[5] ☆بعض کیلئے قیامت کا دن اتنا ہو گا جتنا صبح سے دوپہر اور قیلولہ کے وقت تک، جب قیامت کا آدھا دن گزرے گا تب تک جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔[6] ☆اور بعض کیلئے وہ دن اتنا ہو گا جتنا سورج کے غروب کی طرف مائل ہونے سے غروب ہونے تک ہوتا ہے۔[7]

یومِ قیامت کے کم زیادہ ہونے کی وجہ: عموماً دیکھا جاتا ہے کہ وقت اور مقدار کے اعتبار سے رات دن ہر ایک کے لئے برابر ہوتے ہیں، لیکن خوشحال لوگوں کے لئے 24 گھنٹوں کے وہی دن رات لمحوں کے برابر گزرتے محسوس ہوتے ہیں، مگر پریشان حال لوگوں کو وہی لمحات سالوں کے برابر گزرتے معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کا مسلمانوں کے حق میں آسان وہلکا ہونا بھی ایک جیسا نہ ہو گا، بلکہ ہر مسلمان کے عقیدہ و عمل کے مراتب کے اعتبار سے الگ الگ نوعیت رکھے گا کہ جو شخص دنیا میں اپنے عقیدہ و عمل کے اعتبار سے زیادہ کامل رہا ہو گا وہ اس دن کو اور وہاں کے احوال کو اتنا ہی زیادہ آسان وہلکا محسوس کرے گا اور دنیا میں جس شخص کا عقیدہ و عمل جتنا زیادہ کمزور رہا ہو گا وہ اس دن کو اتنا ہی کم آسان اور کم ہلکا محسوس کرے گا۔

مسلمانوں کے لئے قیامت کا دن ہلکا ہو گا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس دن سب سے اعظم واعلیٰ نعمت یعنی دیدارِ باری میں مگن ہوں گے اور یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ بہارِ شریعت میں ہے کہ جسے ایک بار اللہ پاک کا دیدار میسر ہو گا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں مشغول رہے گا۔[8]

---

1 تفسیر خازن، 4/308 2 تفسیر بغوی، 3/429 3 بہار شریعت، 1/149 4 تفسیر بغوی، 3/311 5 شعب الایمان، 1/324 6 تفسیر بغوی، 3/311 7 مسند ابو یعلی، 5/308، حدیث: 5999 8 بہار شریعت، 1/149

شعبہ ماہنامہ خواتین

ولادتِ مبارکہ: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے، آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا، پاک صاف اتنے کہ جسم اقدس پر کوئی گندگی نہ تھی۔[1]

جنت کے خازن فرشتے کی مبارک باد: حضرت ابن عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی تو جنت کے خازن فرشتے رضوان نے آپ کے کان مبارک میں کچھ ایسی باتیں کہیں جنہیں میں سمجھ نہیں سکی، پھر اس نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کی: اے محمد! آپ کو مبارک ہو، آپ کو تمام انبیائے کرام کا علم دیا گیا۔ آپ گویا کہ تمام انبیا سے زیادہ عالم ہیں۔ آپ کا قلب مبارک بھی تمام انبیائے کرام کے قلوب سے قوی ہے، آپ ہی کے پاس نصرت کی چابیاں ہیں، لوگوں کے دلوں میں آپ کی ہیبت اور رعب ڈال دیا گیا ہے۔ جو بھی آپ کا ذکر سنے گا اس کا دل خوفزدہ اور مضطرب ہو جائے گا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اپنا منہ حضور کے منہ پر رکھ کر کچھ ڈالنے لگا جیسا کہ کبوتر اپنے بچے کو خوراک دیتا ہے اور حضور اپنی مبارک انگلیوں سے اسے اشارہ فرمارہے تھے کہ مزید خوراک دو۔ چنانچہ اس نے کچھ دیر مزید ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے بھی عرض کی: یاحبیب اللہ! آپ کو مبارک ہو! ہر نبی کا علم آپ کو عطا کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے حضور کو اٹھایا اور کچھ دیر کے لئے انہیں سیدہ آمنہ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ آپ اس وقت چونکہ گھر میں تنہا تھیں، لہٰذا یہ سب عجائبات دیکھ کر گھبرا گئیں اور ان کا دل لرز گیا۔ بہر حال مزید فرماتی ہیں کہ ابھی وہ اسی کیفیت میں تھیں کہ انہیں محسوس ہوا کہ حضور واپس تشریف لا چکے ہیں اور چودھویں کے چاند کی طرح نور بکھیر رہے ہیں، آپ کی خوشبو کستوری کی طرح ہر جگہ پھیل رہی ہے۔ اتنے میں کسی کی آواز آئی: ان کو مشرق و مغرب کی سیر کرواؤ اور انہیں انبیائے کرام کی جائے پیدائش بھی دکھاؤ۔ اتنے میں حضرت آدم علیہ السّلام تشریف لے آئے اور انہوں نے حضور کو اٹھا کر بوسہ دیا اور فرمایا: اے میرے محبوب! بشارت ہو! آپ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السّلام نے حضور کو مجھے دیا اور تشریف لے گئے۔ پھر ایک اور شخص آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے دنیا کی عزت! اے آخرت کا شرف! آپ کو بشارت ہو! آپ نے اللہ پاک کی مضبوط رسی کو تھام رکھا ہے، جو آپ کی بات کو مانے گا اور آپ کی رسالت کی گواہی دے گا وہ بروزِ حشر آپ کے جھنڈے تلے اور آپ کے گروہ میں ہو گا۔ اس کے بعد اس شخص نے آپ کو میرے سپرد کیا اور خود چلا گیا۔ پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔[2]

پیدا ہوتے ہی سب سے پہلا کام: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کیا، اس کے متعلق مختلف روایات مروی ہیں، مثلاً امام قسطلانی نے امام طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کی مٹھی بند تھی اور آپ شہادت کی انگلی سے

اشارہ کر رہے تھے جس طرح کوئی شخص اس انگلی کے ذریعے تسبیح بیان کر رہا ہو۔[3] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ سجدے میں تھے اور آپ نے اپنی انگلیاں اس طرح اٹھا رکھی تھیں جیسے کوئی انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔[4] چونکہ پہلی روایت میں صرف شہادت کی انگلی کا ذکر ہے جبکہ دوسری میں ایک سے زائد انگلیوں کا، لہٰذا علامہ نور الدین حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے دوسری روایت میں انگلیوں سے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں مراد ہوں۔
نیز پیدا ہوتے ہی حضور نے جو سجدہ فرمایا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا آغاز ہی اللہ پاک سے قرب کے ساتھ ہے۔ جبکہ بعض روایات میں ہے:

1. جب حضور پیدا ہوئے تو آپ اپنے ہاتھوں پر جھکے ہوئے تھے اور سر آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے تھے۔
2. آپ اپنی ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے اور نگاہیں آسمان پر تھیں۔
3. آپ گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے۔

ان روایات کے بعد علامہ نور الدین حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ کی ذکر کردہ بحث کا خلاصہ کچھ یوں ہو گا کہ یہ روایات بظاہر سیدہ آمنہ سے مروی اس روایت کے خلاف ہیں جس میں آپ فرماتی ہیں کہ جب میں نے اپنے لختِ جگر کی طرف دیکھا تو آپ سجدے کی حالت میں تھے۔ کیونکہ ممکن ہے آپ آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے ہوں اور آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہوں، پھر آپ سجدے کی حالت میں آ گئے ہوں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے دوسری باتیں بھی ہوئی ہوں اور جس راوی کو آپ کی جو حالت معلوم ہوئی اس نے وہی بیان کر دی۔
نیز حضور کے پیدا ہوتے ہی آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ عظمت و سرداری والے ہیں اور نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نگاہوں کا مرکز آپ کی بلند و بالاشان کا اظہار کر رہا ہے۔[5] جبکہ مواہب میں ہے کہ حضور زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔[6] مگر علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی نے اس روایت کے بعد یہ اضافہ بھی نقل فرمایا ہے کہ جب یہ بات بنو لہب کے ایک شخص کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا: اگر یہ بات سچ ہے تو یہ بچہ ساری زمین پر غالب آ جائے گا۔[7]

سارا جہاں روشن ہو گیا: جنتی صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہُ عنہ کی والدہ ماجدہ بی بی شفا رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پیدا ہوئے تو میرے ہی ہاتھوں پر تشریف لائے، آپ ختنہ شدہ تھے۔ پھر آپ کو چھینک آئی تو میں نے کسی کی آواز سنی: یَرْحَمُکَ اللّٰہ۔ اس کے بعد مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس وقت شام کے محلات و قصور دیکھے۔ مزید فرماتی ہیں: میں ڈری اور مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد ایک نور داہنی جانب سے ظاہر ہوا تو کسی نے پوچھا: انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب ملا: مغرب کی جانب تمام متبرک مقامات پر۔ پھر بائیں جانب سے بھی ایک نور ظاہر ہوا تو اس پر بھی کسی نے پوچھا کہ انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب ملا: مشرق کی جانب تمام متبرک مقامات پر اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا انہوں نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور طہارت و برکت کی دعا دی۔ فرماتی ہیں: یہ بات میرے دل میں ہمیشہ تازہ رہی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو میں فوراً اسلام لے آئی اور اولین و سابقین میں سے ہوئی۔[8]

---

1 السیرۃ النبویۃ، 1/ 45 2 شرف المصطفیٰ، 1/ 360، حدیث: 107 3 مواہب اللدنیہ، 1/ 67 4 نہایۃ الارب، 16/ 49 5 سیرت حلبیہ، 1/ 80 6 مواہب اللدنیہ، 1/ 67 7 السیرۃ النبویۃ، 1/ 46 8 مدارج النبوت مترجم، 2/ 30

سلسلہ معجزاتِ انبیا

حضرت یوسف علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط سوم)

شعبہ ماہنامہ خواتین

شتر مرغ کے انڈوں کی مثل ژالہ باری: حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے آخری ملاقات کر کے جب مالک کے پاس واپس آئے تو اس نے ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ کو ایک شخص کے سپرد کر دیا۔ اس پر اس نے عرض کی: جناب آپ 50 سال سے اس غلام کی تلاش میں ہیں، اب یہ ملا ہے تو آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ اس کے ساتھ یوں سختی سے پیش آ رہے ہیں؟ مالک بولا: میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ مجھے خواب کی تعبیر بتانے والے نے اس غلام کے جو اوصاف بیان کئے تھے وہ حیران کن تھے، مگر میں نے تو اس غلام کو مٹھی بھر سونے کے عوض خریدا ہے۔ حضرت یوسف یہ سب سن کر مسکرا دیئے کہ ابھی ان کی حقیقت نہیں کھلی۔ بہر حال آدھی رات کے وقت حضرت یوسف جب اپنی والدہ ماجدہ بی بی راحیل کی قبر کے پاس پہنچے تو بے تاب ہو کر اونٹ سے گر گئے اور ماں کی قبر پر روتے ہوئے دہائی دینے لگے، یہاں تک کہ غیب سے صبر کی تلقین ہوئی تو قافلے کی طرف چل پڑے۔ ادھر قافلے والے بھی آپ کی عدم موجودگی سے آگاہ ہو کر آپ کو ڈھونڈ رہے تھے کہ اتنے میں آپ خود ہی اس شخص کے پاس پہنچ گئے جسے آپ کا نگران بنایا گیا تھا، آپ نے جب اسے حقیقت بتائی تو اس نے ایک نہ مانی اور غضب ناک ہو کر نہ صرف آپ کی شان میں گستاخی کی بلکہ ظلم و ستم پر اتر آیا تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں دہائی دی۔ چنانچہ اسی وقت ایک سیاہ بادل نے آناً فاناً ان سب کو گھیر لیا اور اس سے شتر مرغ کے انڈے کے برابر اولے برسنے لگے، حتی کہ سب کو ہلاکت کا یقین ہو گیا، یہ دیکھ کر مالک نے دو تین بار یہ اعلان کیا: اگر تم میں سے کسی نے کوئی گناہ کیا ہے تو ہلاکت سے پہلے توبہ کر لے۔ اس پر وہ ظالم نگران بولا: مجھ سے گناہ ہوا ہے۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے عبرانی غلام سے ایسا سلوک کیا تھا جس پر اس نے اپنے ہونٹ ہلائے اور کچھ کہا تو فوراً یہ سیاہ بادل نمودار ہو گیا۔ مالک اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: مجھے لگتا ہے کہ آپ کا اپنے رب سے خاص تعلق ہے! ہم پر رحم فرمایئے۔ یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام مسکرائے اور آپ کی زبان مبارک سے دو جملے ادا ہوتے ہی بادل چھٹ گیا۔ آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر مالک کو معلوم ہو گیا کہ اللہ پاک کے ہاں آپ کا کیا مرتبہ ہے، لہٰذا اس نے فوراً آپ کو عمدہ لباس پہنایا اور حکم دیا کہ اب قافلہ سالار حضرت یوسف ہوں گے، کوئی ان سے آگے نہ بڑھے۔[1]

ایک قوم گمراہ ہوئی تو دوسری ہدایت پا گئی: جب حضرت یوسف علیہ السلام بلسان نامی شہر پہنچے اور وہاں کے لوگ حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ کا حسن و جمال دیکھ کر اس قدر حیران ہوئے کہ انہوں نے آپ کی صورت کے بت بنا لئے، یہاں تک کہ ہزار برس تک ان کی قوم ان بتوں کی پوجا کرتی رہی۔ پھر وہاں سے جب آپ علیہ السلام شہر بابلس پہنچے کہ جہاں کے لوگ بت پرست تھے، انہوں نے آپ کو دیکھا تو بت پرستی چھوڑ کر اللہ پاک پر ایمان لے آئے کہ جس نے آپ کو اس قدر حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ اس کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں: کتنی حیرت کی بات ہے کہ ایک قوم آپ کو دیکھ کر ایمان

لے آئی اور ایک قوم کافر ہو گئی! بلاشبہ پاک ہے وہ ذات جس نے ایک ہی صورت کو ایک قوم کیلئے فتنہ و عذاب کا باعث بنایا تو دوسری قوم کیلئے عبادت و عبرت کا سامان بنایا۔ یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوبصورت چہروں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے، مگر جو شہوت کی نگاہ سے دیکھے اس کے اعمال نامے میں 40 ہزار گناہ لکھے جاتے ہیں، تاکہ بندے جان لیں کہ دونوں نگاہوں میں بڑا فرق ہے۔(2)

قدس شہر میں پیش آمدہ واقعات: حضرت یوسف علیہ السّلام شہر قدس کے دروازے پر جب پہنچے تو امیر قدس نے خواب دیکھا کہ ایک انتہائی نیک ہستی شہر میں آنا چاہتی ہے، اسے چاہئے کہ اس کے استقبال و دعوت کا اہتمام کرے اور وہ جو حکم دے اس پر عمل کرے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے دعوت کا سامان کیا، پھر استقبال کے لئے گیا اور قافلے والوں سے پوچھا: تمہارا امیر کون ہے؟ انہوں نے مالک بن زعر کی طرف اشارہ کیا۔ امیر بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص سال میں دوبار آتا ہے مگر اس سے پہلے مجھے اس کے استقبال کا حکم نہیں ہوا! ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ ایک فرشتہ اس کے قریب آیا، حقیقت میں یہ فرشتہ اور ہرن کی شکل کا ایک جن جو حضرت یوسف کے ساتھ ہی پیدا ہوا تھا یہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی حفاظت پر مامور تھے۔ انسانی شکل میں اس فرشتے نے امیر کو بتایا کہ جس شخص کے استقبال کا تجھے حکم ہوا ہے وہ امیر قافلہ نہیں، بلکہ عبرانی غلام ہے۔ یہ جان کر امیر قدس نے قافلے والوں کو شہر میں پہلے داخل ہونے کا کہا، جب وہ داخل ہو گئے تو خود حضرت یوسف علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں وہ ہوں جس کے استقبال کا حکم تجھے دیا گیا ہے۔ یہ سن کر وہ بڑا حیران ہوا اور پوچھنے لگا: آپ کو میرے خواب کی باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ ارشاد فرمایا: جس ذات نے تجھے استقبال کا حکم دیا ہے اسی نے مجھے بھی بتایا ہے۔ عرض کی: مجھے آپ کی اطاعت کا حکم ہوا ہے، لہٰذا بتائیے میں کیا کروں؟ فرمایا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ شہر قدس بتوں کی پوجا نہ کرے تاکہ تجھے دوزخ سے نجات ہو۔ عرض کی: ٹھیک ہے آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مگر میری شرط ہے کہ جب آپ شہر میں داخل ہوں تو میرا بت آپ کو سجدہ کرے اور یہ اقرار کرے کہ آپ سچے ہیں۔ ارشاد فرمایا: میرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ حضرت یوسف سے ایسی ہی باتیں کرتے ہوئے امیر جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگا تو حضرت یوسف رک گئے، اتنے میں امیر کیا دیکھتا ہے کہ حضرت یوسف کے پیچھے تو ایک بہت بڑا لشکر ہے، پریشان ہو کر عرض کی: یہ لشکر کیسا ہے؟ میرے گھر میں اتنی گنجائش ہے نہ میرے پاس اتنی خوراک ہے جو انہیں کافی ہو۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے مسکرا کر فرمایا: اے امیر! یہ خدا کا لشکر ہے، کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ ان کا کھانا سبحان اللہ کہنا اور پانی لاالٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ عرض کی: یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ پاک نے میری مدد و حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت یوسف کی یہ شان دیکھ کر امیر بے حد حیران ہوا۔ پھر جب حضرت یوسف گھر میں داخل ہوئے تو بت نے پہلے آپ کو سجدہ کیا، پھر لرزتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہ سب دیکھ کر امیر نہ صرف ایمان لے آیا بلکہ اس نے حضرت یوسف علیہ السّلام کی ضیافت کا بھی خوب اہتمام کیا۔ مگر حضرت یوسف نے اپنے سامنے موجود دودھ اور چاول سے بھرا ہوا ایک پیالہ اٹھایا اور اس میں سے ایک لقمہ اپنے پاس کے آدمی کو دیا، اس نے وہ لقمہ کھا لیا۔ اسی طرح کل قافلے والوں نے اس پیالے میں سے خوب پیٹ بھر کر کھایا مگر حضرت یوسف علیہ السّلام کی برکت سے اس پیالے میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کے یہ عجائبات و معجزات دیکھ کر امیر حد درجہ حیران تھا اور اسے یقین نہ ہو رہا تھا کہ آپ غلام ہیں۔(3) (مزید عجائبات و معجزات اگلی قسط میں)

❶ بحر المحبۃ، ص44 تا 47 ❷ بحر المحبۃ، ص47 ❸ بحر المحبۃ، ص47 تا 49

بنت اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤ الدین

(37)

لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **مطلع:** طلوع ہونے کی جگہ۔ **استقامت:** سیدھا ہونا۔ **فجر:** صبح صادق۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک زلفوں کے درمیان سے مانگ کا نکلنا ایسا ہے جیسے لیلۃ القدر سے صبحِ صادق طلوع ہوتی ہے، اس سیدھی مانگ پہ لاکھوں سلام۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سرِ انور پر مبارک بال ریشم کے سیاہ گچھے کی طرح نہایت حسین اور جاذبِ نظر تھے، یہ بالکل سیدھے تھے نہ پوری طرح گھنگھریالے، بلکہ دونوں کے درمیان تھے اور ان میں اعتدال کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔[1] نیز آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی مبارک زلفوں کے درمیان میں سیدھی مانگ نکالتے تھے۔[2]

لہٰذا اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نے یہاں اس شعر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک زلفوں کی سیاہی کو سیاہ رات یعنی لیلۃ القدر سے اور بالِ مبارک کے درمیان سے نکلنے والی سیدھی مانگ مبارک کو مطلعِ الفجر یعنی صبحِ صادق کی سفیدی کے پھوٹنے سے تشبیہ دی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب آپ زلفوں کے درمیان سے مانگ نکالتے تو یوں لگتا جیسے لیلۃ القدر کے بعد فجر طلوع ہو گئی ہو۔ سبحان اللہ! اوصاف و کمالاتِ مصطفیٰ کو یوں عمدہ طریقے سے بیان کرنا اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ ہی کا کمال ہے۔

(38)

لخت لخت دلِ ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **لخت:** ٹکڑا۔ **چاک:** پھٹا ہوا۔ **شانہ:** کنگھی۔ **حالت:** کیفیت۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے کنگھی فرمانے کی خوبصورت ادا پر دل کا ٹکڑا ٹکڑا سینہ چیر کر باہر آنے کی کوشش کرتا ہے، کنگھی کرنے کی اس مبارک ادا پہ لاکھوں سلام۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اپنی مبارک زلفوں میں کنگھی شریف فرمانے کا نظارہ اس قدر دلنشین ہے کہ اس پر جان و دل سب فدا ہوئے جارہے ہیں، کنگھی کرنے کی اس ادائے دل نواز پر لاکھوں سلام ہوں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بال مبارک انتہائی حسین اور بہت خوبصورت تھے۔ نہ تو بالکل سیدھے تھے اور نہ بہت زیادہ گھنگریالے۔ جب آپ ان میں کنگھی فرماتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے ریت میں لہریں ہوتی ہیں۔[3]

زلفوں کو سنوارنے کے لئے کنگھی کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو پسند تھا اور اگر کبھی کنگھی نہ ہوتی تو ہاتھوں سے ہی زلفوں اور داڑھی مبارک کے بال درست فرما لیتے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے جانا چاہتے تھے تو تشریف لے جانے سے پہلے ایک برتن میں موجود پانی میں ہی دیکھ کر اپنی زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں کو درست فرمانے لگے۔ ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی اس ادا کو دیکھ کر عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! کیا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! بندہ جب اپنے دوست احباب کے پاس جائے تو پہلے اپنی حالت سنوار لے، کیونکہ اللہ پاک خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔[4]

(39)

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **کان:** معدن (جہاں سے ہیرے جواہرات نکلتے ہیں)۔ **لعل:** قیمتی موتی۔ **کرامت:** بزرگی۔

مفہومِ شعر: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے مبارک کان جن کو دور و نزدیک سے سننے کی طاقت عطا فرمائی گئی، یہ مبارک کان گویا حکمت و بزرگی کے موتیوں اور جواہرات کی کان ہیں، ان مبارک کانوں پہ لاکھوں سلام۔

شرح: پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی خوبصورت زلفیں چونکہ نہایت سیاہ تھیں اور کان مبارک نہایت سفید، لہٰذا جب زلفیں مبارک کانوں کو اپنے جھرمٹ میں لیتیں تو ایک عجیب دلکش سماں ہوتا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پُر کیف منظر کو یوں بیان کرتی ہیں کہ آپ کی مبارک زلفوں کے درمیان دونوں سفید کان یوں محسوس ہوتے جیسے تاریکی میں دو چمک دار ستارے طلوع ہوں۔[5]

الغرض اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو خوبصورت کانوں سے ہی نہیں نوازا بلکہ قوتِ سماعت بھی کمال کی عطا فرمائی۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعطائے الٰہی حضور کی قوتِ سامعہ (یعنی سننے کی طاقت) تمام شرق و غرب کو مُحِیْط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے، سب کی عرضیں آوازیں خود سنتے ہیں، اگرچہ آدابِ دربارِ شاہی کے لئے ملائکہ عرضِ درود و عرضِ اعمال کے لئے مقرر ہیں۔ بلاشبہ عرش و فرش کا ہر ذرہ ان کے پیشِ نظر ہے اور اَرض و سما (یعنی زمین و آسمان) کی ہر آواز ان کے گوش (یعنی کان) مبارک میں ہے۔[6]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سن سکتے اور میں اس وقت آسمان کی چر چراہٹ سن رہا ہوں۔[7] معلوم ہوا! اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپ دور و نزدیک سے سن لیا کرتے تھے اور آپ کا دور و نزدیک سے سننا ثابت بھی ہے۔ فی زمانہ ہم بھی سائنسی آلات کے ذریعے دور و نزدیک کی باتیں سن لیا کرتے ہیں۔

(40)

چشمۂ مِہر میں موجِ نورِ جلال

اس رگِ ہاشمیّت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **چشمۂ مہر:** سورج کا چشمہ۔ **موج:** لہر۔ **رگ:** نس۔ **ہاشمیت:** ہاشمی ہونا۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا چہرۂ مبارک سورج کا چشمہ ہے، پیشانی مبارک پر جلال کے وقت دونوں بھنوؤں کے درمیان ابھرنے والی رگِ مبارک پہ لاکھوں سلام کہ جس کے اندر ہاشمی غیرت کا خون گردش کر رہا ہے۔

شرح: حضور اتنے حسین و جمیل تھے کہ جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا، یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ رسول ہمیشہ سے نرالے انداز میں حضور کے حسن و جمال کو بیان کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ کسی نے چاند سے تو کسی نے سورج سے تشبیہ دی تو کسی نے آپ کے رخِ زیبا کو اس سے بھی حسین قرار دیا۔ یہاں مذکورہ شعر میں بھی حُسنِ مصطفیٰ کی ایک جھلک بیان ہوئی ہے کہ حضور کے چہرہ مبارک پر بھنوؤں کے درمیان جلال کی حالت میں ابھرنے والی رگ کی وجہ سے آپ کے حسن میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔

---

(1) بخاری، 4/76، حدیث: 5900 (2) بخاری، 2/489، حدیث: 3558 (3) احیاء العلوم مترجم، 2/1322 (4) عمل الیوم واللیلۃ، ص78، حدیث: 174 (5) دلائل النبوۃ للبیہقی، 1/300 (6) فتاویٰ رضویہ، 29/546 (7) خصائص کبریٰ، 1/113

(1) چائے وغیرہ میں مکھی گر جائے تو کیا کریں؟

سوال: اگر چائے کے کپ میں مکھی گر جائے تو کیا چائے پھینک دیں؟

جواب: ہر گز نہ پھینکئے بلکہ حدیثِ پاک پر عمل کرتے ہوئے مکھی کو باہر پھینک دیجئے اور چائے کو استعمال میں لائیے۔ حدیثِ پاک میں طبیبوں کے طبیب، اللہ پاک کے حبیب صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو، کیونکہ اس کے ایک بازو میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری۔ کھانے میں گرتے وقت پہلے بیماری والا بازو ڈالتی ہے لہٰذا پورا ہی غوطہ دے دو۔[1]

اس حدیثِ پاک کے تحت حکیمُ الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اس فرمانِ عالیشان سے معلوم ہو رہا ہے کہ مکھی نجس (ناپاک) نہیں، پاک ہے، چونکہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں اس لئے پانی، دودھ اور شوربے وغیرہ میں ڈوب کر مر جانا اسے نجس (ناپاک) نہیں کرتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف یہ احتمال کہ شاید مکھی نجاست پر بیٹھ کر آئی ہو، شاید اس پر گندگی لگی ہو اس لئے یہ شوربا ناپاک ہو گیا ہو، معتبر نہیں کہ شریعت ظاہر پر ہے۔

(مزید فرماتے ہیں:) حدیث بالکل ظاہری معنیٰ میں ہے، کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ پاک نے بہت سے جانوروں میں زہر و تریاق (علاج) جمع فرما دیا ہے۔ شہد کی مکھی کے منہ سے شہد نکلتا ہے جو بیماریوں کی شفا ہے اور اس کے ڈنک سے زہر نکلتا ہے جو بیماری ہے، بچھو کے ڈنک میں زہر ہے اور خود بچھو کے جسم کی راکھ زہر کا علاج ہے۔ دوسری روایت میں ہے: مکھی پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے۔ تم دوسرے بازو کو غوطہ دے کر پھینکو۔ زہریلا بازو پہلے ڈالنا اس کی فطری بات ہے۔ دیکھو چیونٹی کو ربِّ کریم نے کیسی کیسی باتیں سکھا دی ہیں! گندم جمع کرتی ہے، اگر بھیگی گندم ہو تو اسے خشک کرتی ہے، پھر ایسے طریقہ پر رکھتی ہے کہ آئندہ نہ بھیگ سکے، دو ٹکڑے کاٹ کر رکھتی ہے تاکہ اگ نہ جائے، دھنیہ کو نہیں کاٹتی کہ وہ ثابت بھی نہیں اگتا۔ پاک ہے وہ ربِ بے نیاز جس نے بے عقل جانوروں کو یہ عقل بخشی۔ اس سے معلوم ہوا! حضور پُر نور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم ہر مخلوق کی ہر خاصیت سے خبر دار ہیں، حاکم بھی ہیں، حکیم بھی ہیں۔[2]

پانی، دودھ اور سالن یا کسی کھانے کی چیز میں مکھی گر جائے تو غوطہ دے کر اسے باہر پھینک دیجئے اور استعمال میں لے آیئے۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: مکھی سالن وغیرہ میں گر جائے تو اسے غوطہ دے کر پھینک دیں اور سالن کو کام میں لائیں[3] [4]۔

(2) جس پانی میں مکھی یا مچھر مرا ہو اس سے وضو کر سکتے ہیں؟

سوال: اگر پانی میں مکھی یا مچھر مرا ہوا ہو تو کیا اس پانی سے وضو یا غسل کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! جس پانی میں مکھی یا مچھر مرا ہوا ہو تو اس پانی سے وضو یا غسل کر سکتے ہیں[5] [6]۔

(3) مچھر اور مکھیاں بھگانے کے لیے مسجد میں بدبو دار اسپرے کرنا کیسا؟

سوال: بعض مساجد میں مچھر اور مکھیاں آتی ہیں کیا ان کو بھگانے کے لیے مسجد میں بدبو دار اسپرے کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ (یوٹیوب کے ذریعے سوال)

جواب: مسجد میں بد بو دار اسپرے کرنا جائز نہیں ہے۔ مسجد میں مچھر مکھیاں ہوں تو اس کا حل مشکل ہے۔ بعض گھروں میں بھی یہ چیزیں آتی ہیں لیکن وہاں بھی کوئی مستقل حل نہیں ہوتا۔ جہاں مچھروں کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے ان علاقے والوں کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ بے چارے کچھ نہ کچھ ترکیبیں کرتے رہتے ہیں، سونے کے لیے اپنے اوپر مچھر دانی لگانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اب نمازیوں کے لیے مچھر دانی لگانا بھی ممکن نہیں ہے کہ ایک ایک نمازی پر کس طرح یہ مچھر دانی لگائی جائے گی لہٰذا برداشت کریں اور صبر کریں۔

مچھر وغیرہ کو بھگانے کے لیے خوشبودار چیزیں بھی آتی ہوں گی بعض بلب ایسے آتے ہیں جن پر ایک ٹکیہ رکھی جاتی ہے جس سے مچھر بھاگ جاتے ہیں اور میں نے نوٹ کیا ہے اس میں خوشبو ہوتی ہے، مچھر جلیبیاں بھی جلائی جاسکتی ہیں ان میں بھی خوشبو ہوتی ہے۔ لیکن "دیاسلائی یا ماچس کی تیلی وغیرہ مسجد میں جلانا جائز نہیں کہ ان میں بدبو ہوتی ہے۔"(7)

لہٰذا ان کو باہر سے جلا کر مسجد میں لائیں۔ مساجد کی کھڑکیاں دروازے بند کر دیں تاکہ کم سے کم مچھر اندر آسکیں۔ مچھر اور مکھیوں میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ مکھی روشنی میں آتی ہے اور مچھر اندھیرے میں کالے یا کتھئی کپڑے پر آتا ہے سفید رنگ پر کم آتا ہے تو ہلکے رنگ کا لباس پہنیں، پاؤں میں موزے پہنیں تاکہ مچھر کاٹ نہ سکے۔ لوبان میں صَعْتَر نام کی ایک چیز جو پنساریوں کے پاس سے مل سکتی ہے وہ جلائیں اس میں خوشبو ہوتی ہے اور دھواں بھی ہوتا ہے تو امید ہے اس کے دھوئیں سے بھی مچھر بھاگ جائیں گے۔(8)

(4) شہد کی مکھیوں کو بھگانے کے لیے انہیں جلانے کا حکم

سوال: شہد کی مکھیوں کو بھگانے کے لیے بچے نے لکڑی کو آگ لگادی، لیکن وہ اس آگ کی وجہ سے ساری جل گئیں یہ ارشاد فرمائیں کہ اس کا کچھ کفارہ وغیرہ ہوگا؟

جواب: شہد کی مکھیوں کو غالباً دھوئیں سے بھگایا جاتا ہے یعنی آگ لگا کر صرف اس کا دھواں ان تک پہنچایا جاتا ہے اس سے وہ بھاگ جاتی ہیں۔ آگ لگا کر انہیں جلادیا تو یہ معلومات کی کمی کی وجہ سے ہوا ہے اور سائل کو اس کا احساس بھی ہے یہ احساس ہونا اچھی بات ہے۔ البتہ اس کی وجہ سے کوئی کفارہ وغیرہ تو واجب نہیں ہوتا، بس اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کریں ان شاء اللہ ضرور مُعافی ملے گی کہ اس کا کرم بہت زیادہ ہے اور پھر آپ کو تو اس پر ندامت بھی ہے۔

(5) مسجد میں لگے ہوئے شہد کے چھتے کو بیچنا کیسا؟

سوال: اگر مسجد میں شہد کا چھتا لگا ہو اور کوئی شخص اسے اتار کر شہد پینا یا بیچنا چاہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: شہد کو بیچ دیا جائے اور اس کی جو بھی رقم آئے اسے مسجد کے لیے استعمال کیا جائے۔(9)

(6) بچی کا نام اُمُّ القُریٰ رکھنا کیسا؟

سوال: میں نے بیٹی کا نام "اُمُّ الْقُریٰ" رکھا ہے تو کیا یہ نام رکھنا صحیح ہے؟

جواب: بچی کا نام اُمُّ الْقُریٰ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ کا ایک نام اُمُّ الْقُریٰ بھی ہے۔(10)

---

(1) ابوداود، 3/511، حدیث:3844 (2) مراٰۃ المناجیح، 5/664 (3) بہارِ شریعت، حصہ:2، 1/338 (4) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/67-66 (5) فتاویٰ ہندیہ، 1/24 ماخوذاً (6) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/241 (7) بہارِ شریعت، 1/429، حصہ:2 ماخوذاً (8) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/296-295 (9) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 3/366 (10) ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/457

دادی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ (ہند)

الحمد للہ! اللہ کریم کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں دنیا و آخرت بہتر بنانے کے لئے اپنے بزرگوں کا ساتھ نصیب فرمایا۔ یقیناً خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں والدین اور والدین کے والدین یعنی دادادادی، نانانانی جیسی عظیم نعمت میسر ہے۔ یقیناً والد کے کردار سے تو ہم سبھی آگاہ ہیں لیکن غور کریں ہمارے والد کی تربیت میں جس عظیم ہستی کا کردار نمایاں نظر آتا ہے وہ ان کی والدہ یعنی ہماری دادی ہیں، مگر افسوس! ہمارے معاشرے میں دادی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ بظاہر ان سے کوئی خاص فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں ہوتی۔

یاد رکھئے! ایک اچھے خاندان کی علامت یہ ہے کہ اس کے افراد کو ہمیشہ گھر کے بڑے بوڑھوں کی نصیحتوں، تجربات اور دعاؤں کی ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ ایک دادی کو کیسا ہونا چاہئے؟ زیرِ نظر مضمون میں بیان کردہ باتیں ہر دادی کو یاد رکھنی چاہئیں:

☆ دادی وہ ہستی ہے جو خود موت کو کثرت سے یاد کرتی اور اپنے پوتے پوتیوں کو بھی موت کے بعد کے صادر ہونے والے احوال سے نہ صرف واقف کراتی بلکہ انہیں اچھے اور برے کی پہچان بھی سکھاتی ہے۔

☆ دادی کا بڑھاپے کا زمانہ بھی ہمارے لیے ایک خوش نصیبی ہے، دادی اگر عبادت گزار اور اپنے زمانے میں شبِ براءت، شبِ معراج، شبِ قدر جیسی پاک راتوں کو قیام و سجود اور قرآنِ و حدیث کی حقیقی تعلیمات پر مشتمل بیانات وغیرہ سننے سنانے کی عادی ہو تو اپنے اور خاندان بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک محرکہ (motivator) ثابت ہو گی۔

☆ بڑھاپے کے زمانے کو زمانہ صبر کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کیونکہ بڑھاپے میں بندہ کمزور، بیمار اور محتاج و بے بس ہو جاتا ہے۔ اس نازک گھڑی میں دادی اگر صبر و شکر سے کام لے تو اس کے لیے عظیم ثواب ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندے سے اس کی کوئی دنیاوی پسندیدہ چیز لے لوں اور وہ صبر کرے تو میرے پاس اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔[1] حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یہ حدیث ہر پیاری چیز کو عام ہے، ماں باپ، بیوی، اولاد حتّٰی کہ فوت شدہ تندرستی وغیرہ جس پر بھی صبر کرے گا اِن شآءَ اللہ جنت پائے گا، لہٰذا یہ حدیث بڑی بشارت کی ہے۔[2]

☆ بڑھاپے میں عام طور پر طبیعت میں چڑچڑے پن کی وجہ سے غصّہ جلد آ جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر دادی کو اپنے مزاج پر قابو رکھنا چاہئے کیونکہ غصہ دنیا و آخرت میں بربادی کا سبب ہی نہیں بلکہ غصے کی حالت میں بندہ غضبِ الٰہی کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔[3]

دادی اپنے پوتے پوتیوں کی تربیت کیسے کرے؟

☆ دادی کو چاہئے کہ بلا ضرورت پوتے پوتیوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرے۔

☆دادی کو رحم دل، پوتے پوتیوں پر اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی عادی ہونا چاہئے۔

☆اگر پوتے پوتیوں کے درمیان جھگڑا یا کوئی ایسی بات ہو جائے جو دادی کے مزاج کے مطابق نہ ہو تو سمجھ داری سے کام لے اور دونوں فریقین کو سمجھائے کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔[4]

☆یاد رہے! پوتے پوتیوں کی تربیت میں دادی کا بھی ایک اہم کردار ہے۔ جب بھی کوئی غلط کام ان سے صادر ہو تو حکمتِ عملی سے انہیں روکے۔ اگر ان کے کسی دوست کے اخلاق اچھے نہ ہوں تو فوراً ان کی اصلاح فرمائے اور بری صحبت سے بچائے کہ یہ ایمان کے لیے خطرناک ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے یہ دیکھنا چاہئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔[5]

☆جب پوتے پوتیوں کو اداس دیکھے تو ان کی دل جوئی کرے، ان سے محبت و شفقت سے پیش آئے کہ بچوں سے شفقت و محبت کا انداز انہیں بڑوں کے قریب کر دیتا ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بچوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ان کے ساتھ شفقت و مہربانی والا رویہ اپنائیں۔

☆پوتے پوتیوں کو یہ لگنا چاہئے کہ دادی ان کی دوست ہے تاکہ وہ بطور دوست دادی کے ساتھ اپنی ہر بات بے تکلفانہ انداز میں شئیر کر سکیں۔ چنانچہ جب دادی اپنے پوتے پوتیوں سے ایک دوست کی طرح پیش آئے گی اور اپنے تجربات سے ان کی زندگی سنوارتی رہے تو ان شاء اللہ ان کی زندگی کا رُخ ہی بدل جائے گا۔

☆کینہ، بغض، حسد، تکبر اور وعدہ خلافی جیسے گناہوں سے خود بھی بچتی رہے اور پوتے پوتیوں کو بھی بچانے کی کوشش کرے۔

☆دادی اپنی زندگی کو غنیمت جانے اور ہر حال میں اپنے رب کی شکر گزار رہے تاکہ اسے دیکھ کر اس کے پوتے پوتیوں کو بھی ہر حال میں شکرِ الٰہی بجالانے کی عادت نصیب ہو۔

☆دادی صدقہ و خیرات، فاتحہ و نیاز بھی کرتی رہے تاکہ پوتوں پوتیوں کو بھی اس کی ترغیب ملے۔ معاشرے میں یہ جملہ عام ہے کہ ہماری دادی یہ کام کرتی تھیں، لہٰذا ہم بھی ایسے ہی کریں گے۔ واقعی اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اولاد ہو یا اولاد کی اولاد سیکھتے تو بڑوں ہی سے ہیں۔

☆دادی پوتے پوتیوں کو نرم مزاجی اپنانے کی تلقین کرے اور خود بھی ان سے نرمی سے بات چیت کرے۔ امیر اہلِ سنت دامت برکاتہمُ العالیہ کا قول ہے: نرم مزاج شخص سے لوگ محبت کرتے ہیں۔[6] الحمد للہ! نرمی کے بڑے بڑے فوائد ہیں مثلاً ٹوٹے رشتوں کو جوڑنا ہو یا کسی کو سمجھانا ہو تو نرم زبان پانی میں شہد کا کام دیتی ہے۔

☆دادی کو چاہئے کہ وہ خود بھی صبر و رضا کی پیکر بنی رہے اور پوتوں پوتیوں کو بھی سمجھاتی رہے کہ اگر کسی کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کریں۔

☆دادی کو چاہئے کہ وہ فحش گوئی اور بد گوئی جیسی منحوس عادات سے نہ صرف اپنا دامن پاک و صاف رکھے بلکہ پوتے پوتیوں کو بھی ان آفتوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہے کہ فحش گوئی اور بد گوئی کرنے والوں سے عموماً لوگ دور بھاگتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: ہر اس شخص پر جنت کا داخلہ حرام ہے جو فحش گوئی (یعنی بے حیائی کی بات) سے کام لیتا ہے۔[7]

☆دادی کو چاہئے کہ پوتے پوتیوں کو حرص و لالچ کی تباہ کاریوں سے بھی خوب آگاہ کرتی رہے۔ کیونکہ یہ بات عام مشاہدے کی ہے کہ کثرتِ مال کی وجہ سے بسا اوقات لوگ حلال و حرام میں فرق ہی نہیں کرتے۔

---

1 بخاری، 4/225، حدیث: 6424 2 مراۃ المناجیح، 2/ 505 3 مستطرف، 1/ 328 4 پ27، الذّٰریٰت: 55 5 مسند امام احمد، 3/169، حدیث: 8034 6 مدنی مذاکرہ، 26 دسمبر 2014 7 جامع صغیر، ص 221، حدیث: 3648

بنت محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی اکنامکس گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

بچوں کو آدابِ مہمان نوازی سکھائیے (قسط اول)

اسلام میں مہمان نوازی کی اہمیت پہ بہت زور دیا گیا ہے اور یہ قرآنِ کریم، سنتِ رسول اور احادیثِ کریمہ سے ثابت ہے۔ مہمان نوازی انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مہمان نوازی آدابِ اسلام اور انبیا و صالحین کی عادتِ کریمہ ہے۔[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا تذکرہ قرآنِ کریم میں آیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًاؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ (۶۹) (پ12، ھود:69)
ترجمہ: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے "سلام" کہا تو ابراہیم نے "سلام" کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

ہمارے آقا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم بھی بہت مہمان نواز تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنی امت کو مہمان نوازی سے متعلق تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جو اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے۔[2] ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جس گھر میں کھایا جائے اس گھر میں خیر و برکت اس تیزی سے اترتی ہے جتنی تیزی سے اونٹ کی کوہان تک چھری پہنچتی ہے۔[3] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس گھر میں مہمان، زائرین، ملاقاتی لوگ کھانا کھاتے رہیں وہاں برکت رہتی ہے ورنہ خود گھر والے تو ہر گھر میں ہی کھاتے ہیں۔ (مزید فرماتے ہیں:) اونٹ کی کوہان میں ہڈی نہیں ہوتی چربی ہی ہوتی ہے اسے چھری بہت ہی جلد کاٹتی ہے اور اس کی تہ تک پہنچ جاتی ہے اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی یعنی ایسے گھر میں خیر و برکت بہت جلد پہنچتی ہے۔[4] معلوم ہوا! مہمان کی عزت و تعظیم کرنا انتہائی اہم ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ خود بھی آدابِ مہمانی سیکھیں اور اپنے بچوں کو بھی سکھائیں، چنانچہ یہاں بچوں کو آدابِ مہمانی سکھانے کے تعلق سے چند مدنی پھول پیشِ خدمت ہیں:

☆ مہمانوں کی آمد پر بعض بچوں کو جب یہ کہا جائے کہ مہمان کو سلام کیجئے، تو وہ رونے لگ جاتے ہیں یا منہ چھپا لیتے ہیں یا وہاں سے بھاگ جاتے ہیں وغیرہ۔ بچوں کی ایسی حرکت کے سبب بسا اوقات مہمان پر اچھا تاثر قائم نہیں ہوتا اور والدین کو بھی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا والدین کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے کہیں ان کے بچوں میں اس قسم کی بے رخی عادت نہ بن جائے، ورنہ ان کے بچے رشتے داروں اور دیگر ملنے جلنے والوں سے دور ہو کر تنہا رہ جائیں گے۔ اس لئے انہیں ابتدائی عمر ہی سے آدابِ مہمانی ضرور سکھائیں۔

☆ سمجھ دار بچوں کو بتائیے کہ مہمان نوازی انبیائے کرام و صحابۂ کرام کی سنت، اہلِ بیتِ اطہار اور اولیائے کرام کا طریقہ رہا ہے، پھر ان حضرات کے کچھ واقعات بھی بیان کیجئے، یوں ان کے دلوں میں مہمان نوازی کی اہمیت اجاگر ہو جائے گی اور وہ مہمان اور مہمان نوازی کو زحمت و بوجھ تصور نہ کریں گے بلکہ ثواب سمجھ کر مہمان نوازی کی برکتیں پائیں گے۔

☆ بعض بچوں کے کپڑے گندگی سے اٹے ہوتے ہیں، ناخن بڑھ جاتے ہیں اور ان میں میل کچیل بھر جاتا ہے وغیرہ وغیرہ

اور وہ اسی حالت میں مہمانوں کے سامنے گھوم پھر رہے ہوتے ہیں، یہ آدابِ مہمانی کے خلاف ہے، لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اس معاملے کو سنجیدگی سے لیں اور بچوں کو مہمان نوازی کے آداب سکھائیں اور انہیں ہرگز ایسی حالت میں مہمان کے سامنے نہ آنے دیں کہ اس سے جہاں مہمان ذہنی کشمکش کا شکار ہو گا، وہیں اس پر آپ کے متعلق بھی اچھا تاثر قائم نہ ہو گا۔

☆ بعض بچوں کی ناک سے نزلہ، زکام یا کھانسی کے سبب رطوبت بہتی رہتی یا منہ سے بلغم نکلتا ہے جسے وہ اپنے کپڑوں سے صاف کر لیتے ہیں، اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے، لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ ایسے بچوں کو چھینکتے اور کھانستے وقت منہ پر رومال رکھنے کی عادت ڈالیں بلکہ رومال مستقل ان کی جیب میں رکھیں اور تاکید کریں کہ مہمان کے سامنے ناک بہے، چھینک یا کھانسی آئے تو فوراً اپنے منہ پر رومال رکھ لیجئے گا۔

☆ بچوں کو یہ بات ضرور سکھائیں کہ اگر کبھی کسی مہمان کے ساتھ ان کے بچے بھی ہوں تو کھیلتے وقت انہیں بھی اپنے ساتھ کھلائیے اور اپنے کھلونوں سے انہیں بھی کھیلنے دیجئے اور چھینا جھپٹی کیجئے نہ یہ کہئے کہ یہ میرا کھلونا ہے میں نہیں دوں گا۔ بلکہ اپنی چیزیں ان کے ساتھ شئیر کریں کہ کسی کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی چیز استعمال کرنے کے لئے دینا ثواب کا کام ہے۔

☆ مہمان کے سامنے جب کوئی کھانے پینے کی چیز رکھی جاتی ہے تو بعض اوقات میزبان کے بچے بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں، اگر انہیں روکا جائے تو روتے اور ضد کرتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں والدین کو چاہئے کہ جو چیزیں مہمان کو پیش کرنی ہیں پہلے ہی سے ان میں سے کچھ نکال کر اپنے بچوں کو کھلا دیں یا انہیں کہہ دیں کہ آپ کے لئے بھی بچا کر رکھی ہے، لہٰذا جب مہمان کھا رہے ہوں تو ان کی پلیٹوں میں ہاتھ مت ڈالئے گا۔

☆ بعض بچے مہمانوں کے سامنے اپنے والدین سے بار بار پیسوں کا تقاضا کرتے ہیں، اگر والدین منع کریں تو وہ مہمانوں سے مانگتے ہیں اور مہمان بھی مروت میں آکر پیسے دے دیتے ہیں۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو آدابِ مہمانی سکھائیں اور بتائیں کہ اچھے بچے کسی سے پیسوں وغیرہ کی ضد کرتے ہیں نہ مہمان سے پیسے مانگ کر انہیں تنگ کرتے ہیں۔

☆ بچوں کو سکھائیں کہ جب کوئی آرام کر رہا ہو تو ہمیں کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے جس سے ان کی نیند خراب ہو، لہٰذا مہمانوں کے آرام کے وقت اچھل کود، شور شرابے، چیخنے چلانے، دوڑ لگانے، بلند آواز سے باتیں کرنے اور دروازے و کھڑکیاں زور سے بند کرنے وغیرہ جیسی حرکتیں مت کیجئے گا۔

☆ بچوں کو سکھائیے کہ جب بڑے بات کر رہے ہوں تو ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کر دینا عقل مندی نہیں، لہٰذا جب مہمان آپ سے بات کریں تو ہی بولئے گا، ورنہ بہتر ہے خاموش ہی رہیں۔

☆ بچوں کو معاف کرنا سکھائیں اور بتائیں کہ معاف کرنا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سنت ہے، لہٰذا اگر آپ کو مہمان یا ان کے بچوں کی کسی بات سے تکلیف پہنچے تو غصہ کرنے یا ان کے بچوں کو مارنے اور لڑائی کرنے کے بجائے صبر کرتے ہوئے معاف کر دیجئے گا ان شاء اللہ آپ کو بہت ثواب ملے گا۔

☆ بعض اوقات مہمان کوئی تحفہ یا کھانے وغیرہ کی کوئی چیز لاتا ہے تو میزبان کے بچے فوراً وہ گفٹ کھولنے اور کھانے کی چیز دینے کی ضد کرنے لگتے ہیں، جس سے مہمان سمجھتا ہے کہ یہ تو ایسے ضد کر رہے ہیں جیسے انہیں کھانے کو ملتا ہی نہیں! لہٰذا والدین ان کی تربیت کریں اور سکھائیں کہ لالچ اور ضد بُری چیزیں ہیں، گفٹ اور کھانے وغیرہ کی چیزیں تو آپ کو ملتی ہی رہتی ہیں لہٰذا اگر مہمان کوئی گفٹ وغیرہ لائے تو جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے ان شاء اللہ مہمان کے جانے کے بعد آپ کو وہ چیزیں مل جائیں گی۔

---

1 شرح نووی، 2/18 2 بخاری، 4/105، حدیث: 6019 3 ابن ماجہ، 4/51، حدیث: 3356 4 مراۃ المناجیح، 6/67

قرآنِ کریم کے پارہ20 سورۃ القصص کی 23 سے 28 نمبر آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی شادی کا واقعہ مختصراً مذکور ہے، اس واقعے میں چونکہ آپ کی زوجہ کا تذکرہ بھی آئے گا، اس لئے مفسرین کرام نے جو تفصیلات ذکر کی ہیں ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام مصر سے ہجرت کر کے تھکے ماندے مدین شہر کے باہر ایک کنویں پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں مگر دو خواتین ایک طرف کھڑی ہو کر اپنے ریوڑ کو سنبھال رہی ہیں تا کہ بھیڑ بکریاں منتشر نہ ہوں، آپ نے ان سے یوں دور کھڑے ہونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولیں: ہمارے والد بوڑھے ہیں، وہ یہ کام نہیں کر سکتے اس لیے جانوروں کو پانی پلانے ہمیں آنا پڑتا ہے، مگر ان لوگوں کی بھیڑ میں گھس کر اپنے جانوروں کو پانی پلانا ہمارے لئے ممکن نہیں، لہٰذا ہم اس انتظار میں ہیں کہ سب لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں تو ہم بھی اپنے ریوڑ کو پانی پلائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طبعی شرافت گوارا نہ کر سکی کہ عورتیں یونہی کھڑی رہیں اور دوسرے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے رہیں۔ لہٰذا آپ نے پانی نکال کر ان کے ریوڑ کو سیراب کر دیا اور وہ اسے ہانک کر گھر کو چل دیں۔ آپ علیہ السّلام کی چونکہ یہاں کسی سے جان پہچان نہ تھی۔ لہٰذا پاس ہی ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے، ابھی تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ ان دو عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کی چادر اوڑھے شرماتی لجاتی ہوئی آئی اور اس نے حضرت موسیٰ سے عرض کی: میرے والد آپ کو پانی پلانے کا معاوضہ دینے کیلئے بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس کے ساتھ چل دیئے۔

حضرت شعیب علیہ السّلام کی بیٹی نے جب ان سے یہ عرض کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام طاقتور و امین اور شرم و حیا والے ہیں، انہیں اجرت پر بکریاں چرانے پر رکھ لیجئے۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ کو اپنے پاس رکھنے کا فیصلہ کر لیا، مگر انہیں گھر کا ہی ایک فرد بنانے کے لئے یہ حیلہ فرمایا کہ انہیں اپنی صفورا نامی بیٹی سے نکاح کی پیشکش فرمائی، اس مبارک نکاح کا ذکر قرآنِ کریم میں بھی ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک بیٹی کے ساتھ اس شرط پر تمہارا نکاح کر دوں کہ تم 8 سال تک میری ملازمت کرو، ہاں اگر 10 سال پورے کر دو تو تمہاری مرضی۔ بہر حال میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ قرآنِ کریم کی جس آیت میں یہ واقعہ مذکور ہے، اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خیال رہے! موسیٰ علیہ السّلام کا حضرت شعیب کی بکریاں چرانا بی بی صفورا کا مہر نہ تھا بلکہ نکاح کی شرط تھی اس لیے آپ نے فرمایا: عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ (پ20، القصص:27) یعنی تم میری مزدوری آٹھ سال کرو۔ اگر مہر ہوتا تو عَلٰی کی بجائے ب آتی اور آپ اپنے بجائے بی بی صفورا کا ذکر فرماتے۔ لہٰذا مذہبِ حنفی بالکل حق ہے کہ مہر میں مال دینا پڑے گا خدمتِ زوجہ مہر نہیں بن سکتا۔[1]

حضرت شعیب و موسیٰ علیہما السّلام کے درمیان معاہدہ طے ہو گیا تو حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت موسیٰ سے فرما دیا اور یوں وہ ان کے گھر میں داماد کی حیثیت سے رہنے لگے۔[2] امام بغوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت شعیب

علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کو حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بکریوں کی نگہبانی اور درندوں سے حفاظت کے لئے کوئی عصا دیدیں۔ کیونکہ ان کے پاس انبیائے کرام علیہ السلام کے کئی عصا موجود تھے، لہٰذا جب آپ کی بیٹی وہ عصا لے کر آئی جو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے واسطے سے وہ حضرت شعیب تک پہنچا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اس کے بجائے کوئی دوسرا عصا لاؤ۔ چنانچہ جب وہ اس عصا کو رکھ کر دوسرا اٹھانا چاہتیں تو ہاتھ میں وہی مبارک عصا آجاتا، جب تین بار ایسے ہی ہوا تو یہی مبارک عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیش کر دیا گیا۔[3]

یہ نکاح کب ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت صفورا رحمۃُ اللہِ علیہا کا نکاح جمعۃ المبارک کے دن ہوا۔[4] اور اللہ کریم نے آپ کو دو بیٹے عطا فرمائے، بڑے کا نام جیرشوم جبکہ چھوٹے کا نام اَلیعازر تھا، یہ دونوں حضرت شعیب علیہ السلام کے مکانِ عالیشان میں پیدا ہوئے تھے۔[5] پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرط کے مطابق مدت پوری کر دی تو اپنی زوجہ کو حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے مصر لے گئے۔[6]

حضرت صفورا کی فہم و فراست: حضرت بی بی صفورا رحمۃُ اللہِ علیہا حیادار، سلیقہ شعار، والدِ ماجد کی خدمت گزار اور ہونہار خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ عقل مندی اور فہم و فراست کی دولت سے مالا مال تھیں۔ جیسا کہ صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے علم میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کے بلند ترین مقام پر فائز تھیں: (ان میں سے ایک) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بی بی صفورا رحمۃُ اللہِ علیہا ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ کے روشن مستقبل کو اپنی فراست سے بھانپ کر اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کی: آپ اس جوان کو بطور اجیر اپنے گھر پر رکھ لیں۔[7]

آپ کی اسی فہم و فراست کو مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ نے یوں بیان کیا ہے کہ دنیا میں چار انتخاب بہت ہی اعلیٰ و افضل ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت بی بی صفورا رحمۃُ اللہِ علیہا نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا کہ اپنے والد سے عرض کی: یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ٘ ابا جان! انہیں اپنے کام کے لیے رکھ لیجئے۔[8]

حضرت صفورا کی سیرت سے ماخوذ مدنی پھول

☆ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آنے والی دخترِ شعیب رحمۃ اللہ علیہا کی شرم و حیا کا بطور خاص ذکر فرمایا، کیونکہ شرم و حیا اور پردے کا خیال رکھنا پچھلے زمانوں میں بھی شریف لوگوں کی خاص علامت رہا ہے۔ قرآنِ کریم کے اس درسِ حیا میں ان عورتوں کے لئے نصیحت ہے جو بے پردہ، سڑکوں، بازاروں اور دوکانوں پر پھرتی ہیں، سج دھج کر دفتروں میں مَردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔[9] ☆ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں کنوئیں پر موجود مردوں کی بھیڑ میں شامل نہ ہوتیں جس سے معلوم ہوا! اگر عورت ضرورتاً باہر جائے تو مَردوں سے علیحدہ رہے، بھیڑ میں داخل نہ ہو۔ ☆ عورت مجبوری کی حالت میں کمائی کرنے یا کام کاج کرنے کیلئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں مجبوری کے سبب بکریوں کو پانی پلانے کنوئیں پر تشریف لائی تھیں۔ ☆ ضرورت کے وقت اجنبی مَرد اجنبی عورتوں سے بقدرِ ضرورت کلام کر سکتا ہے۔[10] ☆ اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغامِ نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔[11] ☆ لڑکی کیلئے دین دار لڑکے کی تلاش کریں۔ مال دار کی زیادہ طلب نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام مسافر تھے، مال دار نہ تھے مگر دین ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب (علیہ السلام) نے لڑکی سے نکاح کر دیا۔[12]

---

1 مراۃ المناجیح،4/338 2 تذکرۃ الانبیاء، ص483 3 تفسیر بغوی،3/381 4 کتاب السبعیات، ص106 5 تفسیر روح المعانی، الجزء:20/376 6 تفسیر خازن،3/431 7 مصنف ابنِ ابی شیبہ، 8/575، حدیث:3 ماخوذاً 8 مراۃ المناجیح،8/376 ملخصاً 9 سیرت الانبیاء، ص557 10 تفسیر نور العرفان، ص619 11 تفسیر نور العرفان، ص620 12 تفسیر نور العرفان، ص620

اچار

بنت اسحاق مدنیہ عطاریہ
(بی ایڈ، ایم اے اسلامیات)
ریجن ذمہ دار جامعات المدینہ گرلز حاصل پور

(قسط دوم)

ہلدی کے فوائد: ہلدی میں متعدد بیماریوں کا علاج موجود ہے جس میں جوڑوں کا درد، ہائی بلڈ پریشر کا متوازن رہنا، کینسر کے خلیات کی افزائش کی روک تھام میں مدد کرنا، سوزش سے نجات، ذہنی دباؤ میں آرام اور متاثرہ پٹھوں کی بحالی شامل ہے۔

نمک کے فوائد: نمک میں موجود سوڈیم ہمارے جسم کے لیے ایک ضروری منرل ہے جو کہ سفید نمک میں بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے، سوڈیم جسم میں اعضا کی کارکردگی متوازن رکھنے، اعصاب کے نظام اور پٹھوں کو بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے مگر اس کا زیادہ استعمال بلڈ پریشر اور دل کی بیماریوں کا سبب بھی بنتا ہے، اس کے زیادہ استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

اچار میں شامل پھل اور سبزیوں وغیرہ کے فوائد: مصالحہ جات کے علاوہ جن پھلوں اور سبزیوں سے اچار بنایا جاتا ہے، ذیل میں چند کے مختصر فوائد پیشِ خدمت ہیں:

مرچ کے فوائد: مرچ ہری ہو یا لال دونوں ہی اچار کے اجزا میں شامل ہیں، اگرچہ بعض لوگ لال مرچ کو اچار میں پسند نہیں کرتے، بہرحال دونوں طرح کی مرچیں فوائد رکھتی ہیں۔ مثلاً لال مرچ میں موجود وٹامن سی ہمارے مدافعتی نظام کو مضبوط بناتا ہے جس کی وجہ سے ہمارا مدافعتی نظام بیماریوں سے لڑنے کے قابل ہوتا ہے اور اینٹی آکسیڈنٹس ہر قسم کے انفیکشن سے محفوظ رکھتے اور خون کی شریانوں کی رکاوٹ کو دور کرنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ نیز پوٹاشیم کی اچھی مقدار بلڈ پریشر کی سطح کو کم کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ جبکہ غذائیت سے بھرپور ہری مرچ میں مالٹے کے مقابلے میں 6 گنا زیادہ وٹامن سی پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ وٹامن اے، بی 2، بی 6، نیاسن اور فولک ایسڈ بھی بھرپور مقدار میں ہری مرچ میں موجود ہے جو کہ انسانی جسم کے لیے ناگزیر بنیادی اجزا ہیں۔ ہری مرچ میں کیپ سیسن کیمیکل کمپاؤنڈ کی بھرپور مقدار پائی جاتی ہے جس کے سبب اس کا ذائقہ ترش محسوس ہوتا ہے۔ ماہر غذائیت کا کہنا ہے کہ صحت مند اور روزن میں کمی لانے کے لیے ہری مرچ کو اپنی روزانہ کی غذا کا حصہ بنالیں۔

آم کے فوائد: آم کو پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے، اس کا اچار سب سے زیادہ مشہور اور ذائقے دار ہوتا ہے۔ آم میں سب سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے، اس میں دیگر پھلوں سے زائد وٹامن A ہوتا ہے۔ اس میں وٹامن A1 اور B2 بھی ہوتے ہیں جبکہ وٹامن C بھی دیگر پھلوں سے کم نہیں ہوتا۔ اس کے بیج میں وٹامن B17 ہوتا ہے جو کینسر سے بچاتا، ہاضمے کو درست کرتا، عمر رسیدگی کے نشانات ختم کرتا، امیون سسٹم کو مضبوط کرتا، جلد کو تازگی بخشتا، جسم میں انسولین کو ریگولیٹ کرتا، ہیٹ اسٹروک سے بچاتا، بینائی کو تیز کرتا، دل کی بیماری کو دور رکھتا اور انسان کو قوت و فرحت بخشتا ہے۔

لیموں کے فوائد: لیموں بے شمار قدرتی فوائد کا حامل ہے، اس میں مختلف بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس میں وٹامنز A، B، کیلشیم، فولاد، فاسفورس اور ایسٹرک ایسڈ کا خزانہ ہے۔ اس میں ایسٹرک ایسڈ کی زیادہ مقدار گردے میں پتھری

کو تحلیل کرتی اور نئی پتھری بننے سے بھی روکتی ہے۔ لیموں کا اچار بڑھی ہوئی تلی کو کم کرتا ہے اور اس میں خون کا پتلا کرنے کی صلاحیت موجود ہے، جس سے خون میں کولیسٹرول کی سطح کو اعتدال میں رکھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

لہسن کے فوائد: لہسن میں بہت سے غذائی اجزا شامل ہیں، مثلاً اس میں فائبر، میگنیز، وٹامن بی 1 اور بی 6، وٹامن سی، سیلینیم، کیلشیم، آئرن، فاسفورس، پوٹاشیم، اور کاپر شامل ہیں۔ یہ انتہائی مفید سبزی ہے، اس سے کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کم ہوتا ہے اور اس میں موجود اینٹی آکسیڈنٹس الزائمر کی بیماری اور ڈیمینشیا (بھولنے کی بیماری) کو روکنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

آملہ کے فوائد: نظامِ انہضام اور میٹابولیزم کو تقویت دیتا ہے۔ آملہ میں ایک خاص کمپاؤنڈ جسے کرومیم کہا جاتا ہے بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے یہ کمپاؤنڈ خون میں برے کولیسٹرول کو کم کرنے کے لیے انتہائی مفید ہے نیز آملہ جسم میں انسولین کی پیداوار کو نارمل رکھتا ہے، آملہ شوگر کے مریضوں کے لیے بھی مفید ہے۔

ادرک کے فوائد: ادرک کی تاثیر قدرے گرم ہوتی ہے، اس لیے اسے اگر کھانے سے پہلے استعمال کیا جائے تو ہاضمہ کا نظام مضبوط ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کھانا آسانی کے ساتھ ہضم ہوتا ہے۔ شوگر کے مرض میں مفید ہے، روزانہ 4 گرام تک ادرک کو استعمال کیا جائے تو بلڈ شوگر لیولز میں کمی آتی ہے اور انسولین کی ریگولیشن میں بھی بہتری آتی ہے۔ گیس کے مسائل کے لئے کارآمد اور دمہ میں آرام دہ ہے، دل اور جگر کے لئے مفید ہے۔ معدے کا السر ختم کرتا اور موٹاپے سے بچاتا ہے۔ کینسر کے مریضوں کے لیے بھی مفید ہے۔

گاجر کے فوائد: گاجر بیشمار وٹامنز، منرلز اور غذائی فائبر کیساتھ ساتھ اینٹی آکسیڈنٹ خوبیوں کی حامل ہے جو ہمارے جسم کے سیلز کو خراب ہونے سے بچاتی ہیں۔ گاجر میں وٹامن اے شامل ہوتا ہے جس کی جسم میں کمی زیادہ ہو جائے تو رات کو دکھائی دینا مشکل اور بعض اوقات بند ہو جاتا ہے جسے نائٹ بلائینڈنس کہتے ہیں۔ گاجر میں بیٹا کیروٹین کی بڑی مقدار شامل ہوتی ہے۔ یہ میٹھی ہوتی ہے مگر اس میں موجود فائبر اور کاربوہائیڈریٹس اس کی شوگر کو خون میں تیزی سے شامل نہیں ہونے دیتے، جس کی وجہ سے گاجر کا شمار ان سبزیوں میں ہوتا ہے جن کا گلیسمک انڈیکس کم ہے یعنی یہ خون میں شوگر لیول کو تیزی سے نہیں بڑھاتی۔ ایک میڈیم سائز کی گاجر میں صرف 25 کیلوریز ہوتی ہیں چنانچہ یہ شوگر کے مریضوں کے لیے ٹائپ 2 کی بہترین سبزی ہے۔ بلڈ پریشر اور دل کے مریضوں کے لیے اکسیر ہے، گاجر میں موجود پوٹاشیم اور فائبر ہائی بلڈ پریشر کے لیے انتہائی مفید ہیں اور ماہرین کے مطابق دل کی بیماریوں میں مبتلا افراد کے لیے کم سوڈیم والے کھانے اور زیادہ پوٹاشیم والے کھانے انتہائی مفید ثابت ہوتے ہیں کیونکہ پوٹاشیم دل میں خون لیجانے والی رگوں کو آرام پہنچاتی ہے۔

سوہانجنا کے فوائد: اس کا استعمال خواتین کے لیے نہایت موزوں ہے۔ ماہرین کے مطابق سوہانجنا مورنگا وٹامنز اور منرلز سے بھرپور ہے جس کے 100 گرام پتوں میں 99.1 ملی گرام کیلشیم، 1.3 ملی گرام آئرن، 35.1 ملی گرام میگنیشیم، 70.8 ملی گرام فورسفورس، 471 ملی گرام پوٹاشیم، 70 ملی گرام سوڈیم اور 0.85 ملی گرام زنک پایا جاتا ہے۔ سوہانجنا کی پھلی میں دودھ کے مقابلے میں 17 گنا زیادہ کیلشیم، دہی سے 9 گنا زیادہ پروٹین، گاجر سے 4 گنا زیادہ وٹامن اے، بادام سے 12 گنا زیادہ وٹامن ای، کیلے سے 15 گنا زیادہ پوٹاشیم اور پالک سے 19 گنا زیادہ فولاد شامل ہوتا ہے۔

لسوڑے کے فوائد: لسوڑا تمام قسم کی شوگر کو کنٹرول کرنے میں مددگار ہے۔ اس کا پھل پکنے کے بعد اورنج کلر کا اور نہایت شیریں و لیس دار ہوتا ہے۔ مگر اچار کچے پھل کا ڈالا جاتا ہے، اس میں السر، کینسر اور شوگر وغیرہ کے زخم مندمل کرنے کی صلاحیت ہے۔ نیز یہ جگر کی بھی حفاظت کرتا ہے۔

شوہر کے انتقال کے بعد عورت عدت کہاں گزارے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے بیٹے (محمد طارق) کا انتقال 22 مارچ 2022ء کو کراچی میں ہوا تھا، اس کی تدفین خانیوال پنجاب میں ہوئی۔ میری بہو کا تعلق کراچی سے ہی ہے، وہ میت کے ساتھ خانیوال آگئی تھی، اب وہ عدت کے بقیہ دن کراچی میں اپنی ماں کے گھر گزارنا چاہتی ہے کیونکہ اس کی ایک لے پالک بیٹی ہے جو اس کے بغیر رہ نہیں سکتی اور بچی کی پڑھائی کا بھی مسئلہ ہے۔ ابھی بچی کراچی میں ہی نانی کے پاس ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ سوا مہینے کے ختم کے بعد باقی عدت اپنی امی کے گھر کراچی میں کر سکتی ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر عورت کچھ قدم جنازے کے ساتھ چلے تو اسے پوری عدت گزارنا لازم نہیں، حالانکہ میری بہو بھی میت کے ساتھ کراچی سے خانیوال آئی ہے تو کیا اسے پھر بھی پوری عدت گزارنی ہوگی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کی بہو کا عدت میں سفر کر کے خانیوال آنا ہی ناجائز و حرام تھا اس پر توبہ فرض ہے کیونکہ اس کو کراچی میں اسی گھر میں عدت گزارنا ضروری تھا جس گھر میں وہ شوہر کے ساتھ رہتی تھی، اب جب غلطی کر چکی تو حکم یہی ہے کہ وہیں خانیوال میں چار مہینے دس دن (یعنی پورے 130 دن) عدت پوری کرے، جب تک عدت پوری نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کا سفر کرنا اور اپنی ماں کے گھر عدت گزارنا جائز نہیں۔

جس طرح سفر میں کسی کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور جس جگہ انتقال ہوا وہ شہر ہے وہاں سے واپس اپنے شوہر کے گھر کا مقام مسافت سفر پر ہے تو عورت کو وہیں شہر ہی میں عدت گزارنے کا حکم دیا جاتا ہے اگرچہ وہ وہاں سے محرم کے ساتھ واپس آنے پر قادر بھی ہو۔ اسی طرح صورتِ مسئولہ میں عورت کے لئے یہی حکم ہے وہیں شہر (خانیوال) میں عدت پوری کر کے کسی محرم کے ساتھ کراچی آئے۔

تنبیہ: عورت کا جنازے کے ساتھ چلنے اور عدت ختم ہونے والی باتیں بالکل غلط ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ عدت گزارنا فرض ہے، بہر صورت عدت پوری کرنی ہوگی۔ جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، وہ گنہگار ہیں، ان پر اس سے توبہ بھی ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مجیب	مصدق
محمد سعید عطاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطاری

رضاعت

شعبہ ماہنامہ خواتین

رضاعت عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے بچے کو دودھ پلانا، جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شرعی حکم یہ ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کو ماں 2 سال تک دودھ پلائے۔ یہ نہ صرف بچے کے لئے اچھا ہے بلکہ ماں کے لئے بھی فائدہ مند ہے کہ اس سے ماں بھی بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے بچہ ماں کا دودھ نہ پی رہا ہو تو پھر ڈبے کا دودھ دیا جا سکتا ہے، لیکن بہتر ہے کہ اس حوالے سے کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر لیا جائے۔

بچے کو دودھ پلانے کے حوالے سے جائز و ناجائز باتیں: ☆عام طور پر مشہور ہے کہ لڑکے کو 2 سال ماں اپنا دودھ پلائے اور لڑکی کو سوا 2 سال یہ بالکل غلط ہے۔[1] ☆بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ لڑکی کو 2 برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک دودھ پلا سکتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ غلط بات ہے۔[2] یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی 2 برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے، مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دیا تو حرمتِ نکاح ثابت ہو جائے گی، اس کے بعد نہیں۔[3] ☆کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ بچے نے اگر کنواری یا بڑھیا کا دودھ پیا یا مردہ عورت کا دودھ پیا تو رضاعت ثابت نہ ہو گی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ جب بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ ہاں! اگر لڑکی 9 سال سے کم عمر کی ہے تو اس کے دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہ ہو گی۔[4] ☆بعض لوگوں کا خیال ہے ایک دو قطرے پینے سے یا ناک میں دودھ ٹپکانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ یہ بھی غلط ہے، کیونکہ اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ ناک سے دودھ حلق میں چلا جائے۔[5] ☆بعضوں کا گمان ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد بغرضِ علاج بچے کو ماں کا دودھ پلا سکتے ہیں، ایسا نہیں ہے، یعنی اس وقت بھی نہیں پلا سکتے۔[6] ☆ایک غلط فہمی عموماً یہ پائی جاتی ہے کہ اگر غلطی یا بھولے سے ماں نے کسی اور کے بچے کو دودھ پلایا تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ یہ بھی غلط ہے بلکہ رضاعت تب بھی ثابت ہو جائے گی۔[7]

چند غلط فہمیاں: ☆اسی طرح عوام میں یہ بھی مشہور ہے کہ ماں کے آئس کریم وغیرہ ٹھنڈی شے کھانے سے بچے کا گلا خراب ہو جاتا ہے یا ☆کھٹی چیز کھانے سے بچہ بیمار ہو جاتا ہے یا ☆ماں کا شروع کا دودھ بچے کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہوتا اور اس کو ضائع کر دیا جاتا ہے، یہ سب بالکل غلط باتیں ہیں۔ بلکہ ماں کا پہلا دودھ اصل میں بچے کیلئے پہلی vaccination ہوتی ہے اور یہ سب سے زیادہ مفید ہے۔ ☆اسی طرح بعض خواتین سمجھتی ہیں کہ ان کا دودھ کڑوا ہے اور اس کے لیے انہوں نے دودھ میں چیونٹیاں ڈال کر دیکھا تو وہ مر گئیں، یہ سب غلط خیالات ہیں۔ ☆اسی طرح ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلانے کے زمانے میں اگر دوبارہ حاملہ ہو گئی تو اسے بچے کو دودھ نہیں پلانا چاہیے، ایسا نہیں ہے ماں تب بھی اپنا دودھ پلا سکتی ہے۔

---

1 اسلامی زندگی، ص29 2 ماہنامہ فیضان مدینہ شوال 1439 3 بہار شریعت، حصہ: 7، 2/36 4 بہار شریعت، حصہ: 7، 2/36 5 ہدایۃ، 1/217 6 درمختار، 4/389 7 درمختار، 4/389

بنت اعجاز عطاریہ مدنیہ
ناظمہ جامعۃ المدینہ فیضان ام عطار گلبہار سیالکوٹ

عدل

اللہ پاک اور اس کے مقرب بندے جن کاموں کو پسند فرماتے ہیں ان میں ایک عدل یعنی انصاف کرنا بھی ہے، قرآن کریم اور احادیثِ کریمہ میں کئی مقامات پر ایمان والوں کو عدل و انصاف کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اس حکم میں مسلمان مرد و خواتین دونوں شامل ہیں۔ عدل کا تعلق صرف حکمرانوں سے نہیں کہ وہی عدل کریں اور کوئی نہیں، بلکہ ہم چاہے دنیا میں جس مرتبے، جس منصب، جس جگہ یا جس فیلڈ میں بھی ہوں، ہر جگہ شریعتِ مطہرہ نے ہمیں عدل کو پیشِ نظر رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ عدل سے مراد اصل میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راستہ اختیار کرنا ہے۔ (1)

عدل کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ14، النحل:90) ترجمۂ کنز العرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: عدل اور انصاف کا (عام فہم) معنیٰ یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے، اسی طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں اِفراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے، ہمیں ہر معاملے میں عدل کرنا چاہئے، اللہ پاک عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔ (2)

یاد رکھئے! عدل کے معاملے میں ایک فریق چاہے کوئی کیسا ہی قریبی رشتے دار ہو، جان پہچان والا یا دوست ہو، اگر فیصلہ اس کے حق میں ہو یا خلاف، قطعی پروا نہیں کرنی چاہئے، اسی طرح کسی کی دشمنی بھی آپ کو عدل کرنے سے نہ روکے یعنی ایسا نہ ہو کہ اس سے بغض و عناد کی وجہ سے ایسا غلط فیصلہ کر بیٹھیں جس سے اس کو بلا وجہ نقصان پہنچے۔ اسی طرح کسی امیر کو اس کے جرم پر چھوڑ دینا اور غریب کو سزا دینا یہ بھی عدل کے خلاف اور اللہ پاک کی شدید ناراضگی کا سبب ہے، اس پر جہاں قرآنِ کریم کی کئی آیات شاہد ہیں، وہیں احادیث کریمہ میں بھی اس کی مفصل رہنمائی موجود ہے۔ نیز صحابہ کرام کے عدل و انصاف پر مبنی واقعات آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں، ان کا تفصیلی مطالعہ فیصلہ کرنے کے مدنی پھول نامی رسالے میں کیا جا سکتا ہے۔

عدل کی اقسام: عدل کی دو قسمیں ہیں: ایک عدلِ عقلی یعنی اس کے ساتھ بھلائی کرنا جس نے ہمارے ساتھ بھلائی کی ہو اور اس سے اذیت دور کرنا جس نے ہم سے اذیت دور کی ہو۔ دوسرا عدلِ شرعی یہ وہ ہے جس کا سمجھنا شریعت پر موقوف ہے۔ (3) البتہ یاد رہے کہ عدل اور احسان میں فرق ہے کیونکہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا عدل اور برائی کے بدلے میں نیکی کرنا احسان ہے، اسی طرح کسی کی نیکی کے بدلے میں اتنی ہی نیکی کرنا عدل اور اس سے زائد نیکی کرنا احسان ہے۔ (4)

احادیثِ کریمہ: ❶ بیشک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل و عیال اور جس کا انہیں ذمہ دار بنایا جاتا ہے ان میں عدل و انصاف کرتے ہوں گے۔ (5) ❷ دو لوگوں کے درمیان عدل و

انصاف کا معاملہ کرنا صدقہ ہے۔[6] (3) ایک دن کا عدل 60 سال کی عبادت سے افضل ہے۔[7]

خواتین کس طرح عدل کریں؟ ☆خواتین کو چاہئے کہ سب سے پہلے اللہ پاک کے حقوق ادا کریں یعنی اس کی عبادات اور فرائض وواجبات کو پورا کیا جائے، اس کا ہر حال میں شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری سے بچا جائے۔ ☆ اپنے شوہر کے ساتھ عدل و انصاف کریں اس کے حقوق جو اللہ پاک نے مقرر فرمائے ہیں، انہیں پورا کریں، اس کی جائز کاموں میں تابعداری کریں۔ ☆اپنے والدین کے ساتھ عدل کریں، یعنی ان کی خدمت کریں، انہیں کسی قسم کی اذیت نہ پہنچنے دیں۔ ☆اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ عدل یوں کیا جا سکتا ہے کہ ان کا حق نہ ماریں، ان کی مشکلات میں کام آئیں، ہو سکے تو ان کی مدد کریں، اپنے کام کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں، لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ ☆اپنی ساس، دیورانیوں، جٹھانیوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کریں، اپنے کام خود کریں، حیلے بہانے بنا کر دوسروں کے لئے مزید بوجھ کا سامان نہ کریں۔ ☆اگر پڑھاتی ہیں تو طالبات کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا جائے، کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیں۔ ☆سب سے یکساں برتاؤ کریں اور سب کو توجہ دیں۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ لازمی ہیں، لیکن ☆اپنی اولاد کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرنا بھی نہایت ضروری ہے، چنانچہ ان کی ضروریات کا بھی پورا خیال رکھیں، کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیں، جب بچوں کو تحفہ دینا چاہیں تو سب کو دیں، جب پیار کریں تو سبھی کو کریں، ان کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں بھی عدل اختیار کریں، نیز ان پر توجہ دینے میں بھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے، کیونکہ یہ والدین کی ذمہ داری ہے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بچوں کے ساتھ عدل کرنے سے متعلق ارشاد فرمایا: اِعْدِلُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ، اِعْدِلُوا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ یعنی اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو، اپنے بیٹوں کے حقوق کی ادائیگی میں برابری کا خیال کرو۔[8] ایک حدیثِ پاک میں ہے: تحفے میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، جس طرح تم خود یہ چاہتے ہو کہ وہ سب تمہارے ساتھ احسان و مہربانی میں عدل کریں۔[9] نیز ارشاد فرمایا: اللہ پاک اس کو پسند فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی۔[10]

عدل کے فوائد: ہمیں چاہئے کہ زندگی کے ہر ہر معاملے میں عدل کو پیش نظر رکھیں، یعنی کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے اور بولنے سننے وغیرہ سب معاملات میں عدل کا دامن تھامے رکھیں کہ یہی اسلامی تعلیمات اور رب کی رضا کا سبب ہے۔ یقیناً ہر وہ معاملہ جس کی ادائیگی میں عدل کو پیشِ نظر رکھا گیا ہو، اس سے اللہ پاک کی رضا و خوشنودی نصیب ہوتی ہے، نفرتیں دور ہوتیں اور محبتیں پروان چڑھتی ہیں، معاشرتی برائیاں ختم ہوتی ہیں، مظلوموں کو سہارا ملتا ہے، جھگڑے اور فتنے دم توڑتے ہیں، فساد کا دروازہ بند ہوتا ہے، جرائم میں کمی آجاتی ہے، امن وامان اور سکون فروغ پاتا ہے۔

عدل نہ کرنے کے نقصانات: اللہ پاک ناراض ہوتا ہے، معاشرے میں برائیوں کو سر اٹھانے کا موقع ملتا ہے، آپس میں کینہ پروری اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، جرائم بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں، ظالم مزید بے باک ہو جاتے ہیں، معاشرے سے امن وامان ختم ہو جاتا ہے۔

عدل کی عادت کیسے پیدا ہو؟ اللہ پاک سے گڑگڑا کر دعا کریں کہ وہ عدل کی توفیق عطا فرمائے، عدل کے فضائل و فوائد کو پیشِ نظر رکھیں، عدل نہ کرنے کے نقصانات پر غور کریں، اچھی صحبتیں اختیار کریں اور بری صحبتوں سے بچیں۔ دعوتِ اسلامی کے دینی اجتماعات میں شرکت کریں۔

---

(1) التعریفات للجرجانی، ص106 (2) صراط الجنان، 5/368 ملخصاً (3) مفردات الفاظ القرآن، ص552 (4) مفردات الفاظ القرآن، ص552 ملخصاً (5) مسلم، ص783، حدیث: 4721 (6) مسلم، ص 391، حدیث: 1009 (7) معجم کبیر، 11/267، حدیث: 11932 بتغیرٍ قلیلٍ (8) ابی داؤد، 3/408، حدیث: 3544 (9) دار قطنی، 3/51، حدیث: 2944 (10) جامع صغیر، ص117، حدیث: 1895

بنت یوسف مدنیہ عطاریہ
ایم اے، بی ایڈ (کراچی)

بلاشبہ ظلم گناہِ کبیرہ، شرعاً و عقلاً حرام اور کسی حالت و صورت میں جائز نہیں۔[1] اسلام میں ظلم کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔ یاد رکھئے! ظلم سے مراد دوسرے کی مِلک میں زیادتی کرنا یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ہے۔[2]

ظلم اللہ پاک کو حد درجہ ناپسند ہے کہ انسانوں پر تو ایک طرف جانوروں پر بھی ظلم کی وجہ سے ایک عورت کو جہنم میں ڈال دیا گیا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ایک عورت نے بلی کو قید کرلیا جس کی بنا پر وہ بھوکی پیاسی مر گئی تو اس عورت کو جہنم میں ڈال دیا گیا۔[3] لہٰذا انسانوں پر ظلم کسی صورت جائز نہیں ہو سکتا، چنانچہ اس کی حرمت کے متعلق ایک حدیثِ قدسی میں اللہ پاک کا فرمان ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم کو حرام کر دیا ہے اور میں نے تم پر بھی ظلم کو حرام ٹھہرادیا ہے، لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔[4]

قرآنِ کریم میں ظلم کی یہ دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَ یَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۴۲﴾ (پ25، الشوریٰ:42) ترجمۂ کنزالعرفان: گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس میں یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ سے مراد شخصی ظلم ہے جیسے کسی کو مارنا، گالی دینا اور مال مار لینا وغیرہ، جبکہ یَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ سے قومی ظلم مراد ہے یعنی ملک و قوم سے غداری اور بادشاہِ اسلام سے بغاوت وغیرہ۔[5] جبکہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ ظلم تین طرح کا ہے، ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ پاک نہ چھوڑے گا یعنی شرک۔ ایک ظلم وہ ہے جو معاف کر دیا جائے گا یعنی بندے کا اپنے رب کا حق ادا نہ کرنا اور ایک ظلم وہ ہے جو معاف نہیں کیا جائے گا (یعنی اس کا حساب لیا جائے گا) اس سے مراد بندوں کا حق نہ دینا ہے یہاں تک کہ اللہ پاک ان میں سے ایک کا بدلہ دوسرے سے لے گا۔[6]

یاد رکھئے! ظلم کا انجام برا ہے، بعضوں کو دنیا ہی میں ظلم کی سزا مل جاتی ہے اور بعض ظالموں کو آخرت میں حساب دینا ہو گا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: بے شک اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو اپنی پکڑ میں لیتا ہے تو پھر اس کو نہیں چھوڑتا۔ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَ کَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ ﴿۱۰۲﴾ (پ12، ھود:102) ترجمۂ کنز العرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔[7]

ظلم کی جو دو قسمیں شخصی و قومی ظلم بیان ہوئی ہیں، ان دونوں کی مثالوں پر ایک مختصر جائزہ پیش خدمت ہے: ※ کسی کو قتل کرنا ※ مار پیٹ کرنا ※ جان بوجھ کر قرض واپس نہ کرنا ※ مزدور کی اجرت دبا لینا ※ چوری کرنا ※ امانت میں خیانت کرنا ※ رشوت کا لین دین کرنا ※ ڈنڈی مار کر سودا بیچنا ※ ملاوٹ والا مال فروخت کرنا ※ کسی کا مذاق اڑانا ※ گالی دینا ※ بُرا بھلا کہنا ※ تکلیف پہنچانا ※ حق ادا نہ کرنا ※ ذلیل و رسوا کرنا ※ کسی کے گھر والوں کو رنج یا نقصان پہنچانا ※ اس کے معاملات میں دخل اندازی کرنا ※ اس کی راہ میں کانٹے بچھانا ※ اس کے کاموں میں مشکلات کھڑی کرنا ※ اس کی خوشیوں اور سکون کو برباد کرنا ※ اس کی کوئی چیز چھین لینا وغیرہ۔

یہاں صرف چند مثالیں بیان کی گئی ہیں، یقیناً ان کے علاوہ بھی ظلم کی کئی صورتیں ہوں گی، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ظلم کریں نہ کبھی کسی صورت میں ظالم کا ساتھ دیں کیونکہ ایک روایت میں ہے: جو جانتا ہو کہ فلاں ظالم ہے، پھر بھی اس کے ساتھ اس کی مدد کے لئے نکلے تو وہ کامل اسلام سے نکل گیا۔[8]

ظلم کی وجوہات: اگر ہمیں ظلم کی وجوہات ہی معلوم نہ ہوں تو اس وجہ سے بھی ظلم سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے، چنانچہ ذیل میں بیان کردہ ظلم کی کچھ وجوہات کو بغور ملاحظہ فرمائیں:
※ جو چیزیں ظلم کرنے پر ابھارتی ہیں ان میں سے ایک مال و دولت بھی ہے، مال و دولت کی زیادتی عموماً ظلم و سرکشی پر ابھارتی ہے اور آخرت خراب کرنے کی وجہ بن جاتی ہے۔ ※ اسی طرح جن کے تعلقات اثر و رسوخ رکھنے والے لوگوں سے ہوں اور طاقتور لوگوں کے ساتھ جن کا اٹھنا، بیٹھنا ہو یا انہیں خود کوئی منصب مل گیا ہو تو بعض اوقات وہ بھی اپنی اوقات بھول کر لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگ جاتے ہیں اور ان کا دکھ بھول جاتے ہیں۔ ※ اسی طرح جن کی طبیعت میں غرور و تکبر بس جائے تو وہ بھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور لوگوں کے حقوق سے غفلت برت کر ان پر ظلم کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسوں کو ڈرنا چاہیے کہ ایک دن حضرت فضیل بن عیاض رحمۃُ اللہِ علیہ رو رہے تھے، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: میں اس پر روتا ہوں جس نے مجھ پر ظلم کیا کہ کل بروزِ قیامت جب اس کی اللہ پاک کی بارگاہ میں پیشی ہوگی تو اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔[9]

ظلم کے علاج: ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم غرور و تکبر یا جاہ و منصب یا مال و دولت کی وجہ سے کسی بے قصور اسلامی بہن پر ظلم تو نہیں کر بیٹھیں؟ اگر ایسا ہے تو فوراً سے پہلے اس کی تلافی کر لیں، جس کا جو نقصان کیا ہے اس کا ازالہ کر کے معافی بھی مانگ لیں۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے: ظلم کرنے سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے میں رہنے کا سبب ہے۔[10]

چنانچہ ظلم سے بچنے کے لئے یہ باتیں پیشِ نظر رکھنا مفید ہے:
※ بارگاہِ خداوندی میں خلوصِ دل سے گڑگڑا کر معافی مانگیں کہ اللہ پاک آپ کو ظلم کے ازالے کی توفیق عطا فرمائے۔ ※ ظلم کے انجام و اخروی سزا کو پیشِ نظر رکھیں، بلکہ حضور کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھیں کہ ظلم سے زیادہ خطرناک سزا کسی اور گناہ کی نہیں۔[11] ※ اللہ پاک کی ناراضی کو یاد رکھیں کہ ایک حدیث قدسی میں ہے: میں اس شخص پر بہت زیادہ غضب کرتا ہوں جو ایسے شخص پر ظلم کرے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہ ہو۔[12] ※ یقیناً ہر ظالم کا حساب بہت سختی سے لیا جائے گا اور ہم میں اس حساب کی طاقت نہیں، کیونکہ ایک روایت میں ہے: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ تو لے کر آئے گا مگر ساتھ ہی کسی کو گالی بھی دی ہو گی، کسی کو تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال ناحق کھایا ہو گا تو کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اِس مظلوم کو اور کچھ اس مظلوم کو دیدی جائیں گی۔ پھر اگر اس کے ذِمّے جو حقوق تھے ان کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان (یعنی مظلوموں) کے گناہ لے کر اِس (یعنی ظالم) پر ڈالے جائیں گے، پھر اس (ظالم) کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[13] ※ اچھی صحبت اختیار کریں اور ان کی سیرت پر عمل کی کوشش کریں۔

اللہ پاک ہمیں ظلم سے بچنے کی سعادت عطا فرمائے۔
اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) الاختیار لتعلیل المختار، 2 / 266 (2) مرآۃ المناجیح، 3 / 354 (3) مسلم، ص949، حدیث: 2242 (4) مسلم، ص1393، حدیث: 2577 (5) تفسیر صراط الجنان، 9 / 86 (6) مسند طیالسی، ص282، حدیث: 2109 (7) بخاری، 2 / 247، حدیث: 4686 (8) تاریخ کبیر، 4 / 207، حدیث: 5587 (9) احیاء العلوم مترجم، 2 / 754 (10) مسلم، ص1069، حدیث: 2578 (11) الکامل فی ضعفاء الرجال، 7 / 315 (12) معجم صغیر، 1 / 30، حدیث: 71 (13) مسلم، ص 1069، حدیث: 2581

اہم نوٹ: ان صفحات میں **ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 31ویں تحریری مقابلے** کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 108 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
قرآنِ کریم میں ایمان والوں کے لئے 10 بشارتیں	16	صلح کروانے کے فضائل	38	بخل کی مذمت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ	54

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی: ام سلمہ مدنیہ، بنتِ علی محمد، بنتِ عبد الرزاق، بنتِ غلام نبی احمد، بنتِ حفیظ، بنتِ منور احمد، بنتِ علی محمد مدنیہ، ام حسان مدنیہ، بنتِ سید غلام مصطفٰی مدنیہ، بنتِ حنیف مدنیہ، بنتِ منصور، ام غزالی، ام سیف، بنتِ محمد امین، بنتِ سید غلام مصطفےٰ، بنتِ شہزاد احمد، بنتِ عدنان، بنتِ اکرم، بنتِ ندیم، بنتِ نعیم، بنتِ اقبال۔ حیدر آباد: بنتِ انیس، بنتِ جاوید، بنتِ محمد جمیل۔ سیالکوٹ: بنتِ محمد طارق مدنیہ، بنتِ خلیل، بنتِ محمد نواز، بنتِ محمد رفیق، بنتِ محمد زمان، بنتِ شبیر حسین، بنتِ محمود انصاری (جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار شفیع کا بھٹہ)، ام حبیبہ مدنیہ، بنتِ طارق محمود، بنتِ محمد اشرف، بنتِ امیر حیدر، بنتِ سجاد حسین، بنتِ سعید احمد، بنتِ طارق، بنتِ محمد مالک، بنتِ نصیر احمد، بنتِ رمضان، بنتِ شہباز، بنتِ محمد عنصر، بنتِ منیر (جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار)، بنتِ اقبال مدنیہ، بنتِ ثاقب۔ لاہور: بنتِ حنیف مدنیہ، بنتِ احمد مدنیہ، بنتِ امجد خان، بنتِ محمد نعیم، بنتِ شفیق، بنتِ سید ابرار حسین شاہ، بنتِ محمد انور، بنتِ شاہد حمید، بنتِ رشید، بنتِ محمد راشد، بنتِ محمد شاہد، بنتِ یوسف، بنتِ اقبال، بنتِ نذیر، بنتِ ریاست علی۔ واہ کینٹ: بنتِ محمد سلطان، بنتِ آصف جاوید (جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار)۔ گجرات: بنتِ عبد العلیم مدنیہ، بنتِ عثمان۔ راولپنڈی: بنتِ محمد شفیع مدنیہ، بنتِ مدثر، بنتِ محمد شکیل۔ لالہ موسیٰ: بنتِ محمد زمان مدنیہ، بنتِ عبد الواحد، بنتِ محمد نعیم (جامعۃ المدینہ گرلز فیضان فاطمۃ الزہرا)، بنتِ عبد اللطیف (کھاریاں)۔ متفرق شہر: بنتِ خدا بخش مدنیہ (میرپورخاص)، بنتِ اشرف، بنتِ اصغر (فیصل آباد)، بنتِ امجد سلطانیہ (جہلم)، بنتِ دلپذیر (میرپور)، بنتِ محمد انور خان، بنتِ ظہور احمد (میانوالی)، بنتِ محمد اسلم (وہاڑی)، بنتِ نیاز (رحیم یار خان)، بنتِ شہادت (شرقپور)، بنتِ محمد اشرف (گگھڑ سٹی)، بنتِ مشتاق احمد (حاصل پور)، بنتِ نذیر (مظفر گڑھ)، بنتِ واجد (جگیوٹ)۔ ہند: بنتِ جاوید (پامپور)، بنتِ عبد الرشید بھٹ، بنتِ نصیر الدین (تھانہ منڈی)۔ اوورسیز: ام حسان (سڈنی)، بنتِ عبد الرؤوف (امریکہ)، بنتِ لعل حیدر خان (U.K)

قرآنِ کریم میں ایمان والوں کے لئے 10 بشارتیں

بنتِ سلطان (درجۂ ثالثہ، جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار، واہ کینٹ)

ایمان سے مراد تمام ضروریاتِ دین کا سچے دل سے اقرار کرنا ہے۔ اور ایمان کا دارو مدار اس بات پر ہے کہ حضور جانِ جاناں صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنا سردار اور حاکم مانا جائے اور خود کو ان کا ادنیٰ غلام تصور کیا جائے۔ ایمان کے دنیا و آخرت میں فوائد ہی فوائد ہیں اور یہ ایمان ہی ہے جو انسان کو دائمی عذاب سے بچالیتا ہے۔ اب جو انسان صدقِ دل سے اللہ ربُّ العزّت اور حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم پر ایمان لائے اور ضروریاتِ دین کا اقرار کرے، تمام زندگی اللہ پاک کے فرمان اور مزاجِ مصطفےٰ کے مطابق گزارے اور شریعت کی حدود سے تجاوز کرنے والا نہ ہو اس کے لئے قرآنِ عظیم میں بے شمار بشارتیں ہیں:

(1) اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی: ترجَمۂ کنزُ العرفان: تم ایسے لوگوں کو نہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں اُن باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ (پ28، المجادلۃ: 22)

(2) بلند درجات کی بشارت: ترجَمۂ کنزُ العرفان: اور جو اس کے

حضور ایمان والا ہو کر آئے گا کہ اس نے نیک اعمال کئے ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں۔(پ16،طٰہٰ:75)

(3) جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (پ27،الحدید:12): اللہ پاک نے ایمان والوں کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: ترجَمۂ کنزُ العرفان: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا کہ) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔

(4) باعمل ایمان والوں کی قدر: ترجَمۂ کنزُ العرفان: تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہوگی اور ہم اسے لکھنے والے ہیں۔(پ17، الانبیآء:94) اس آیت میں بندوں کو اللہ پاک کی اطاعت کرنے پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مزید یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار ایمان پر ہے، اگر ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔[1]

(5) زیادتی و کمی کے خوف سے بَری: جو کوئی ایمان کی حالت میں اعمالِ صالحہ کرے تو اسے اس بات کا خوف نہ ہو گا کہ وعدے کے مطابق وہ جس ثواب کا مستحق تھا وہ اسے نہ ملے گی۔ ترجَمۂ کنزُ العرفان: اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہو گا اور نہ کمی کا۔(پ16،طٰہٰ:112)

(6) فردوس کی میراث: قرآن میں اہلِ ایمان کی اچھی خصلتوں کا ذکر کرکے ان کو اپنانے والوں کے لئے یہ بشارت دی گئی: ترجَمۂ کنزُ العرفان: یہی لوگ وارث ہیں۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(پ18، المؤمنون:10، 11)

(7) رب کی رحمت: اپنے معاملات میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کرنے والے ہی ربِّ کریم کی رحمت کے حق دار ہیں۔ ترجَمۂ کنزُ العرفان: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔(پ10، التوبہ:71)

(8،9) مغفرت اور عزت والا رزق: کامل ایمان والے اللہ پاک پر بھروسہ رکھتے، اس کی یاد کیلئے نماز ادا کرتے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے فرمایا: ترجَمۂ کنزُ العرفان: اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔(پ9، الانفال:2تا4)

(10) فلاح و کامرانی: ترجَمۂ کنزُ العرفان: تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(پ9، الاعراف:157) اس آیت میں رسول سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم مراد ہیں۔[2]

قرآنِ کریم ایمان والوں کیلئے ہدایت ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ﴾ (پ1، البقرۃ:2) ترجَمۂ کنزُ العرفان: وہ بلند رتبہ کتاب جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

اور اسی عظیم کتاب میں بے شمار بشارتیں ہیں جو کہ ایمان والوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اللہ پاک ہمیں دنیا و آخرت میں ان بشارتوں میں سے حصہ عطا فرمائے اور ایمان پر زندگی اور ایمان پر موت عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

صلح کروانے کے فضائل

بنتِ محمد طارق مدنیہ (ناظمہ جامعۃ المدینہ گرلز شفیع کا بھٹہ، سیالکوٹ)

اسلام امن و سلامتی والا عالمگیر مذہب ہے، یہ مسلمانوں کے آپس کے لڑائی جھگڑوں، ناراضیوں، منافرت و قطعِ تعلقی سے بچنے، اتفاق و اتحاد اور امن و سلامتی کے ساتھ مل جل کر رہنے کا درس دیتا ہے۔ اگر کبھی کوئی مسلمان کسی معاملے میں دوسرے مسلمان سے لڑ پڑے، ناراض ہو جائے تو دیگر مسلمانوں کو ان میں صلح کروانے کا حکم دیتا ہے، تاکہ مسلمان متحد ہو کر رہیں، جدا نہ ہوں، مسلمانوں میں صلح کروانے والوں کے لئے قرآن و حدیث میں جا بجا فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ترجمۂ کنز الایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔(پ26، الحجرات:10) چنانچہ حضرت اُمِّ کلثوم بنتِ عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جھوٹا نہیں، جو لوگوں کے درمیان صلح کروائے کہ اچھی بات پہنچاتا یا اچھی بات کہتا ہے۔[3]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں روزے، نماز اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کیوں نہیں! فرمایا: آپس میں صلح کروا دینا۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم تشریف فرما تھے، چہرۂ مبارک پر تبسم ظاہر ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے کس لئے تبسم فرمایا؟ ارشاد فرمایا: میرے دو امتی اللہ کریم کی بارگاہ میں دوزانو ہو کر گر پڑیں گے، ایک عرض کرے گا: یااللہ! اس سے میرا انصاف دلا، کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ اللہ کریم دعویٰ کرنے والے سے فرمائے گا: تم اپنے بھائی کے ساتھ کیا کروگے؟ حالانکہ اس کے پاس تو کوئی نیکی باقی نہیں! مظلوم عرض کرے گا: میرے گناہ اس کے ذمے ڈال دے، اتنا فرما کر سرورِ کائنات صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم رو پڑے، پھر فرمایا: وہ دن بہت عظیم دن ہوگا، جس میں لوگ اس بات کے حاجت مند ہوں گے کہ اس کے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو، اللہ پاک مظلوم سے فرمائے گا: دیکھ! تیرے سامنے کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں اپنے سامنے سونے کے بڑے بڑے شہر اور بڑے بڑے محلات دیکھ رہا ہوں، جو موتیوں سے آراستہ ہیں، یہ شہر اور عمدہ محلات کس پیغمبر یا صدیق یا شہید کے لئے ہیں؟ اللہ کریم فرمائے گا: یہ اس کے لئے ہیں، جو ان کی قیمت ادا کرے۔ بندہ عرض کرے گا: ان کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے؟ اللہ کریم فرمائے گا: تو ادا کرسکتا ہے۔ عرض کرے گا: کس طرح؟ اللہ کریم فرمائے گا: اس طرح کہ تو اپنے بھائی کے حقوق معاف کر دے۔ بندہ عرض کرے گا: یا اللہ! میں نے سب حقوق معاف کئے۔ اللہ پاک فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں چلا جا۔ پھر سرکارِ نامدار صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک سے ڈرو اور مخلوق میں صلح کرواؤ، کیونکہ اللہ پاک بھی بروزِ قیامت مسلمانوں میں صلح کروائے گا۔[5]

ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ پاک اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے سے ناراض ہو کر روٹھ جائیں تو ان میں صلح کروادو۔[6]

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے روٹھنے والے مسلمانوں میں صلح کروادیا کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ربِّ کریم کی بارگاہ میں دعا کیجئے، پھر فریقین کو الگ الگ بٹھا کر ان کی سنیے، پھر نرمی سے صلح کے فضائل اور آپس کے اختلافات کے نقصانات بیان کیجئے، پھر آمنے سامنے بٹھا کر صلح کروا دیجئے۔ یاد رہے! صلح کروانا بے شک افضل ترین عبادت ہے، لیکن صلح کرواتے وقت یہ ذہن میں رہے کہ مسلمانوں میں صرف وہی صلح کروانا جائز ہے جس میں شرعی طور پر بُرائی نہ ہو، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا جائز ہے، مگر وہ صلح (جائز نہیں)، جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔[7]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: زوجین میں اس طرح صلح کرائی جائے کہ خاوند اس عورت کی سوکن (اپنی دوسری بیوی) کے پاس نہ جائے گا یا مسلمان مقروض اس قدر شراب وسود اپنے کافر قرض خواہ کو دے گا، پہلی صورت میں حلال کو حرام کیا گیا اور دوسری صورت میں حرام کو حلال، اس قسم کی صلحیں حرام ہیں، جن کا توڑ دینا واجب ہے۔[8] اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تُو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

یعنی تُو جوڑ (محبت) پیدا کرنے کے لئے آیا ہے، توڑ (نفرت) پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا۔

بخل کی مذمت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

بنتِ عدنان (درجہ رابعہ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ عالم شاہ بخاری، کراچی)

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاۚ (پ5، النسآء: 37) ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید وعید ہے) اور کافروں کے

لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: اس آیت میں اللہ پاک ان لوگوں کی مذمت بیان فرمارہا ہے جو اپنے مال ان کاموں پر خرچ نہیں کرتے جن کاموں یعنی والدین کے ساتھ بھلائی، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب و دُور کے پڑوسی، پاس بیٹھنے والے ساتھی، مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں خرچ کرنے کا اللہ پاک نے انہیں حکم ارشاد فرمایا ہے۔ یہ لوگ مال میں سے اللہ پاک کا حق ادا نہیں کرتے اور لوگوں کو بھی کنجوسی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔[9]

بخل کی تعریف: بخل کے لغوی معنی کنجوسی کے ہیں اور جہاں خرچ کرنا شرعاً، عادتاً اور مروتاً لازم ہو، وہاں خرچ نہ کرنا یہ بھی بخل ہے۔[10] ذیل میں بخل کی مذمت پر 5 احادیثِ مبارکہ مذکور ہیں:

1۔ بخاری شریف کی حدیثِ پاک میں ہے: کون سی بیماری بخل کی بیماری سے بڑھ کر ہے؟[11] 2۔ حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لالچ سے بچتے رہو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں لالچ کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، لالچ نے انہیں بخل پر آمادہ کیا تو وہ بخل کرنے لگے اور جب قطع رحمی کا خیال آیا تو انہوں نے قطع رحمی کی اور جب گناہ کا حکم دیا تو وہ گناہ میں پڑ گئے۔[12] 3۔ فردوسُ الاخبار کی حدیثِ پاک میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے پہلے لوگ یقین اور زہد کے ذریعے نجات پائیں گے، جبکہ آخری لوگ بخل اور خواہشات کے سبب ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔[13] 4۔ کنز العمال کی حدیثِ پاک میں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے اس بات پر قسم یاد فرمائی ہے کہ جنت میں کوئی بخیل داخل نہ ہو گا۔[14]

مذکورہ بالا احادیث پر غور کرکے ان سے درسِ عبرت حاصل کیجئے کہ کیا یہ بات ڈرنے کے لئے کافی نہیں کہ اللہ پاک نے اس بات پر قسم ذِکر فرمائی ہے کہ جنت میں کوئی کنجوس داخل نہ ہو گا! ذرا غور کیجئے! کنجوسی کتنی بُری صفت ہے کہ کنجوس سے لوگ بھی دور ہو جاتے ہیں اور اسے پسند نہیں کرتے۔

ذرا غور کیجئے اور اپنا احتساب کرتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیجئے کہ کہیں میں کنجوسی کی بُری صفت میں مبتلا تو نہیں؟ اگر جواب "ہاں" میں آئے تو مذکورہ بالا وعیدات سے خود کو ڈرایئے کہ کیا اب بھی خود کو ہلاکت میں ڈالوں گی؟ کنجوسی کرکے راہِ خدا میں مال دینے سے رُکوں گی؟ ان وعیدات کو پڑھنے کے بعد بھی بخل نہیں چھوڑوں گی؟ وغیرہ اللہ پاک جواد ہے، سخاوت کو پسند فرماتا ہے۔[15] جبکہ شیطان کنجوس مومن کو پسند کرتا ہے۔[16] اب فیصلہ کیجئے کہ کس کو راضی کرنا ہے؟ کس کا محبوب بننا ہے؟ سخی کی فضیلت پر ایک حدیثِ مبارکہ پڑھئے، تاکہ بخل سے بچنے اور سخاوت کرنے کا ذہن ملے۔ چنانچہ ترمذی کی حدیثِ پاک میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: سخی اللہ پاک کے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، تمام لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے اور کنجوس اللہ پاک سے دور، جنت سے دور، جہنم سے قریب ہے اور جاہل سخی، عابد بخیل سے زیادہ اللہ پاک کو پیارا ہے۔[17]

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 6/372 ماخوذاً (2) تفسیر صراط الجنان، 3/446 (3) بخاری، 2/210، حدیث: 2692 (4) ابو داؤد، 4/365، حدیث: 4919 ملتقطاً (5) مستدرک 5/795، حدیث: 8758 (6) الترغیب والترھیب، 3/321، حدیث: 8 (7) ابو داؤد 3/425، حدیث: 3594 (8) مراٰۃ المناجیح، 4/303 (9) تفسیر ابن کثیر، 2/265 (10) احیاء العلوم، 3/320 ملخصاً (11) شعب الایمان، 7/431، حدیث: 10859 (12) ابو داود، 2/185، حدیث: 1698 (13) فردوس الاخبار، 2/374، حدیث: 7106 (14) کنز العمال، الجزء: 3، 2/181، حدیث: 7382 (15) ترمذی، 4/365، حدیث: 6808 (16) مکاشفۃ القلوب، ص 181 (17) ترمذی، 3/387، حدیث: 1968

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے تیسرے تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ اس ماہ صرف **3 مضامین** ہی موصول ہوئے اور تینوں مضامین بنت اسحاق (بی ایڈ، ایم اے اسلامیات، ریجن ذمہ دار جامعۃ المدینہ گرلز حاصل پور) نے لکھے:

بُری عادات کیسے چھوڑیں؟ مع اچھی عادات اپنانے کے طریقے

عادت کا معنٰی طریقہ، طرز اور کسی کام کے بار بار ہونے یا کرنے کے ہیں۔ بعض عادات مثبت ہوتی ہیں جو فرد اور معاشرے کے لیے خوشی اور اطمینان کا باعث بنتی ہیں انہیں اچھی عادات کہا جاتا ہے مثلاً کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، نماز پڑھنا، صدقہ کرنا، سنتوں کی عاملہ ہونا وغیرہ۔ بعض عادات ایسی ہوتی ہیں جو فرد اور معاشرے پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں انہیں بُری عادات کہا جاتا ہے مثلاً سگریٹ نوشی، شراب نوشی، بدزبانی، کھانے سے پہلے

ہاتھ نہ دھونا، نماز چھوڑنا، بھوک سے زیادہ کھانا، انٹرنیٹ کا ناجائز یا غیر ضروری استعمال کرنا، روزانہ لیٹ آفس پہنچنا وغیرہ۔

مثالی انسان وہ ہوتا ہے جو مثبت طرزِ عمل کو عادت بناتا اور منفی افعال کو طرزِ عمل سے خارج کر دیتا ہے۔ اچھی اور بُری دونوں طرح کی عادات میں بعض ایسی ہیں جن کا کرنا یا چھوڑنا شرعی اعتبار سے لازم ہے، ایسی اچھی عادات اپنانا اور بُری عادات چھوڑنے کا عمل آہستہ آہستہ نہیں بلکہ فوری کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دیگر بُری عادات کو Step by step شعوری طور پر چھوڑا جا سکتا ہے۔

یاد رہے! اچھی عادت ڈالنا اور بُری عادتیں نکالنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں اس کے لیے آپ کو نیت کرنا اور ذہن بنانا ضروری ہے کہ بری عادات چھوڑ کر اچھی عادت اپنانا آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا جب تک آپ خود تبدیلی لانا نہیں چاہیں گی بُری عادات اچھی عادات میں تبدیل نہیں ہوں گی۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بُری عادات چھوڑنے اور اچھی عادات اپنانے کے طریقے: ☆سب سے پہلے اپنی اچھی بُری عادات کا جائزہ لیجئے اور اچھی بُری عادات کی ایک لسٹ بنائیے۔ ☆اپنی ترجیحات طے کر لیجئے کہ فلاں بُری عادت جو گناہ ہے اس کو پہلے اور فوری دور کرنا ضروری ہے جیسے نماز چھوڑنے کی عادت وغیرہ۔ ☆بُری عادات کو چھوڑنے میں خالصتاً رضائے الٰہی کی نیت کیجئے۔ ☆سابقہ گناہ پر سچے دل سے ندامت، توبہ و استغفار کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کیجئے۔ ☆وظائف کا سہارا لیجئے جیسے نیک بننے کیلئے چلتے پھرتے یَاخَبِیْرُ پڑھتی رہیے اور استقامت کی دعا بھی کرتی رہئے۔ ☆خود میں نظم و ضبط پیدا کیجئے کہ جس اچھی عادت کو اپنانا چاہتی ہیں ایک ڈسپلن کے ساتھ اس کی مشق کیجئے۔ ☆نعم البدل تلاش کیجئے یعنی بُری عادت کو چھوڑ کر کوئی ایسی عادت اختیار کی جائے جو ذہنی اطمینان کو برقرار رکھے مگر اس میں وہ نقصان دہ اثرات نہ ہوں جو پہلی عادت میں تھے مثلاً اگر کوئی میٹھا کھانے کی شوقین اس عادت کو ختم کرنا چاہتی ہے تو آئس کریم اور مٹھائیوں کو پھلوں اور اس کے رس سے بدل دے اس طرح مٹھاس کی طلب بھی پوری ہو جائے گی اور اس کا نقصان بھی نہیں ہو گا۔ ☆بُری عادت کو چھوڑنے کے لیے اس کے ٹریگر پر توجہ ہونا ضروری ہے یعنی کیا چیز ہے جو آپ کو اس بُرائی کے کرنے پر ٹریگر کرتی ہے؟ یعنی اس بُرائی کے اسباب ختم کر دیں جیسے اگر وہ بُرائی تنہائی میں ہوتی ہو تو تنہائی چھوڑ دیجئے۔ اگر خاص سہیلیوں کے ساتھ مل کر ہوتی ہے تو ایسی سہیلیوں کی محفل میں جانا چھوڑ دیجئے تو بُرائی کی طرف پہلا قدم نہیں اٹھ سکے گا۔ ☆بُری عادت سے چھٹکارا پانے کے لیے جوش کی نہیں ہوش کی ضرورت ہے یعنی جوش میں ایسا ہدف مقرر نہ کیجئے جس کو حاصل کرنا ناممکن ہو اس کے بجائے ہدف وہ طے کیجئے جو حاصل ہو سکے۔ ☆کچھ ایام بُری عادات چھوڑتے یا اچھی عادات اپناتے گزر جائیں تو خود کو انعام دیجئے مثلاً اچھا صحت بخش من پسند کھانا کھا لیجئے یا کوئی اچھا لباس خرید کر خود کو تحفہ دیجئے۔ ☆بُری عادت چھوڑنے کے بعد دیانت داری اپنائیے یعنی خود کو دھوکا نہ دیجئے کہ بعض اوقات ہم کوئی کام خود سے بھی چھپاتی ہیں مثلاً کوئی شخص سگریٹ چھوڑنے کے بعد سگریٹ خریدے اور خود کو کہے: میں نے دوستوں کیلئے خریدی ہے تو یہ خود کو دھوکا دینا ہے اور اس طرح جلد ہی یہ دوبارہ بُری عادات کا اسیر ہو جاتا ہے۔

اچھی عادات اپنانے اور بری عادات چھوڑنے میں معاون چیزیں: آپ کا گھر، دوست، صحت مند کھانا، آپ کی تحریر، دینی کتب کا مطالعہ، محاسبہ اور اچھی صحبت، بُری عادات کو اچھی عادات میں تبدیل کرنے میں معاون کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ **گھر:** صبح جلد بیدار ہونے اور اذان کی آواز سننے کیلئے گھر اور کمروں میں کھڑکیاں رکھئے اس طرح اپنے گھر کی مدد حاصل کیجئے۔ **دوست:** اچھا دوست وہ ہے جسے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آ جائے۔[1] یعنی وہ دوست تمہیں آخرت کی یاد دلا کر، بُری عادات پر روک ٹوک کر کے راہِ راست پر لا سکتا ہے۔ **صحت مند کھانا:** حلال و طیب اور صحت مند کھانا کھائیے کہ یہ اچھی عادات اپنانے میں مددگار ہوتا ہے۔ **تحریر:** جو اچھا عمل اپنانا ہے اس کو لکھنے کی عادات ڈالئے، لکھ کر اپنے سامنے آویزاں کر لیجئے اور دن میں کئی بار آتے جاتے اس کو پڑھئے۔ **دینی کتب:** اچھی عادات کے فوائد پر مشتمل دینی کتب کا مطالعہ کیجئے۔ یہ فوائد پڑھنے سے اچھی عادات کا شوق پیدا ہو گا جو صحت، روزگار اور زندگی کے ہر پہلو پر مثبت اثر ڈالتی ہیں، ماہرین کے نزدیک اچھی عادات خوش طبیعت ہونے کی علامت ہے۔ **محاسبہ:** روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ کارکردگی کا جائزہ لیتی رہیے اس کیلئے دعوتِ اسلامی کے

دینی ماحول میں رائج نیک اعمال کا رسالہ پُر کرنا بے حد مفید ہے۔

اچھی صحبت: بُری عادتیں چھڑانے اور اچھی عادتیں اپنانے کیلئے اچھی صحبت اختیار کیجئے۔ اس کے لیے دعوتِ اسلامی کا ماحول بہت بڑی نعمت ہے۔ کئی جرائم پیشہ لوگ اس ماحول سے وابستہ ہو کر جرائم چھوڑ کر نیکیوں کے خوگر اور سنتوں کے عادی بن چکے ہیں۔

میری عادتیں ہوں بہتر، بنوں سنتوں کی پیکر
مجھے متقی بنانا مدنی مدینے والے

یاد رکھئے! کسی عادت کو چھوڑنے کے بعد بھی اس کی طرف پلٹنے کی خواہش باقی رہتی ہے۔ مٹھائی کھانے کی عادت چھوڑنے والا انسان جب دعوت میں طرح طرح کی مٹھائیاں دیکھتا ہے تو اس کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور بے ساختہ اس کا ہاتھ مٹھائی کی طرف بڑھ جاتا ہے، یہ نارمل سی بات ہے، اس سے پریشان نہ ہوں، ایسی باتیں لہروں کی طرح دل و دماغ میں اٹھتی ہیں جن کا دورانیہ ماہرین کے مطابق 3 سے 10 منٹ تک ہوتا ہے مختصر وقت کے لیے خود پر قابو رکھیں تو یہ طوفان آکر گزر جائے گا۔ آپ اس کے خلاف ڈٹ جایئے کہ میں نے جو ارادہ کیا ہے اس کو ضرور پورا کروں گی۔ مستقل مزاجی کے ساتھ اس اچھے کام کو کریں گی تو وہ آپ کے مزاج اور آپ کی شخصیت کا حصہ بن جائے گی۔ ان شاء اللہ

اِرادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

سنت کی ضرورت و اہمیت

اَحکامِ شریعت کا پہلا سرچشمہ قرآنِ عظیم ہے اور قرآن ہی کی ہدایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پیروی بھی ہر مسلمان کیلئے لازم و ضروری ہے کہ اس کے بغیر احکامِ الٰہی کی تفصیلات جاننا اور آیاتِ قرآنی کی منشا و مُراد کو سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

سنت کی ضرورت: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم شارحِ کلامِ ربانی ہیں۔ اللہ پاک نے قرآنِ پاک کی تفسیر اور بیان و تشریح کے لیے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنے افعال و اقوال اور سیرت و کردار کے ذریعے عام فرمانے کا حکم فرمایا۔ ارشادِ باری ہے: یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۚ (پ4، اٰل عمرٰن: 164) ترجمہ: وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم شارع ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم جس طرح معانیِ قرآن کے مُبَیِّنْ اور مُعَلِّم ہیں اسی طرح آپ بعض احکام کے شارع بھی ہیں۔ قرآنِ پاک میں آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا: یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ (پ9، الاعراف: 157) ترجمہ: ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں۔

قرآنِ عظیم بلاشبہ ہمارے لیے ایک مکمل اور جامع دستورِ حیات ہے۔ اس کے فرامین، اُصول و ضوابط کے طور پر اُمتِ مسلمہ کو عطا ہوئے جن کا اعجاز اپنی اِنتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اس کی ہر آیت ایسی جامع ہے کہ اس میں معانی و مفاہیم کا ایک عظیم سمندر ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اس کی توضیح و تفسیر کے لیے ہم ہی کیا صحابہ کرام بھی اس سرچشمۂ ہدایت کے محتاج نظر آتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ قرآنِ کریم اپنی رائے سے نہیں بلکہ تعلیماتِ رسول سے سمجھا سمجھایا گیا اور اسی اِفہام و تفہیم کا نام سنتِ رسول اور احادیثِ مصطفٰے ہے۔

سنت کی تعریف: سنت کا لغوی معنی ہے: وہ عادت و طریقہ جو عام رائج ہو خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ جبکہ اصطلاح میں سنت ہر وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے منقول ہو خواہ فطری ہو یا اخلاقی، قبلِ بعثت ہو یا بعدِ بعثت۔

تقریر کا معنی: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے جو فرمایا وہ قول، جو کر کے دکھایا وہ فعل اور جو کسی کو کرتا دیکھ کر منع نہ فرمایا وہ تقریر ہے۔

سنت کی اہمیت و فضائل: اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں مختلف مواقع پر مختلف انداز میں سنتِ نبوی کی اہمیت و فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ (1) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ21، الاحزاب: 21) ترجمہ: بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ (2) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ (پ5، النسآء: 80) ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (3) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ3، اٰل عمرٰن: 31) ترجمہ: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔ ارشاد فرمایا: وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ (پ28، الحشر: 7) ترجمہ: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو۔

احادیثِ مبارکہ: 1۔ جس نے سنت کو تھاما وہ جنت میں داخل ہو

گیا۔[2] 2۔فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي یعنی جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، وہ مجھ سے نہیں۔[3] 3۔مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔[4] 4۔مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِي فَلَهُ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ یعنی جس نے فسادِ اُمت کے وقت میری سنت کو تھامااس کو 100 شہیدوں کا ثواب ملے گا۔[5]

مذکورہ آیاتِ قرانیہ و احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا: ☆ اللہ پاک نے حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کی سیرت کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ ☆ آپ کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت قرار دیا۔ ☆ اپنی محبت کو حضور کی اتباع کے ساتھ مشروط فرمادیا۔ ☆ ہمیں حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کا حکم ماننے کا پابند بنایا ہے۔ ☆ حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم نے سنت کو تھامنے پر نہ صرف جنت میں داخلے بلکہ اپنے قرب کی بشارت نیز 100 شہیدوں کے ثواب کی خوشخبری سنائی۔

سنتیں اور حکمتیں: بحیثیتِ مسلمان ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ پیارے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کی اتباع میں گزرے۔ کوئی قدم ان کی سنتوں کے خلاف نہ اُٹھے، ان کی ہر ادا ہمیں محبوب ہو، عاشقوں کے لیے تو یہ تصور ہی ذوق افزا ہے کہ ہم پیارے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کی پیاری سنت ادا کر رہے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سنتوں پر عمل کرنے میں بے شمار دینی و دنیاوی فائدے اور حکمتیں ہیں۔

☆ حضور نے فرمایا: تم ٹیک لگا کر کھانا مت کھاؤ۔[6] ☆ اس کی حکمت یہ ہے کہ ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے، اس طرح غیر ضروری خوراک معدے میں جانے سے ہاضمہ خراب ہوتا جبکہ آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔ ☆ کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹ لینے سے آنکھوں، دماغ اور معدے کو فائدہ پہنچتا ہے، یہ دل، معدے اور دماغی امراض کا زبردست علاج ہے۔[7] ☆ ایسی جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا جہاں کچھ حصہ دھوپ اور کچھ حصہ چھاؤں میں ہو۔[8] ☆ اس کی حکمت یہ ہے کہ سایہ ٹھنڈا اور دھوپ گرم ہوتی ہے بیک وقت جسم کو ٹھنڈک اور گرمی پہنچانا مضر ہے۔[9] ☆ چلتے وقت حضورِ اکرم صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم ذرا جھک کر چلتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی بلندی سے اُتر رہے ہیں۔[10] ☆ ایک سائنسی تحقیق کے مطابق اس انداز میں چلنے سے پاؤں کے پنجوں پر وزن پڑتا ہے۔ میڈیکلی اس کے کئی فائدے ہیں جیسے جوڑوں کے درد اور جَلد تھکنے سے حفاظت رہتی ہے، بینائی تیز، اعصابی کھچاؤ اور بے چینی ختم ہوتی ہے۔

یادرکھئے! بے شک ہر سنتِ مصطفےٰ میں ہزاروں حکمتیں ہیں لیکن ہر سنت میں موجود ہر حکمت تک ہماری عقلوں کی رسائی نہیں، لہٰذا سنت پر عمل رسولِ پاک صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کی پیروی کی نیت سے ہونا چاہیے نہ کہ حکمتوں کے حصول کی نیت سے اور یہی ایک کامل مومن کا وصف ہے۔ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہمُ العالیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

ان کی سنت کی جو آئینہ دار ہے
بس وہی تو جہاں میں سمجھدار ہے

قرآن آسان کرنے سے کیا مراد ہے؟

قرآنِ کریم آسان کرنے کے مختلف معانی مفسرینِ کرام نے بیان فرمائے ہیں۔ چند معانی درج ذیل ہیں:

تلاوت حفظ اور تعلیم و تعلم کے لیے آسان کرنے سے مراد: امام مجاہد رحمۃُ اللہِ علیہ کا قول ہے: قرآن حفظ کرنے والے کی اللہ پاک مدد فرماتا ہے اور قرآن کے سوا کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جو سہولت سے یاد ہو جائے۔[11] ابنِ ابی حاتم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی ہے کہ اگر اللہ پاک قرآن کو انسان کی زبان پر آسان نہ بنا دیتا تو مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ پاک کے کلام کے ساتھ بولنے کی قدرت و طاقت نہ ہوتی۔[12]

اللہ پاک نے قرآنِ کریم کو حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا۔ یہ بات اس سے پہلے کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی کہ پوری کتاب تورات یا انجیل یا زبور لوگوں کو زبانی یاد ہو اور یہ اللہ پاک ہی کی تیسیر اور آسانی کا اثر ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے پورے قرآن کو حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زیر زبر کا فرق نہیں آتا۔ چودہ سو برس سے ہر زمانے، طبقے اور خطے میں ہزاروں لاکھوں حافظوں کے سینوں میں یہ مقدس کتاب محفوظ ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مُراد آبادی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: قرآنِ پاک یاد کرنے والے کی اللہ پاک کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور اس کے حفظ کرنے کو آسان فرما دینے ہی کا ثمرہ ہے کہ

عربی، عجمی، بڑے حتّٰی کہ بچے تک بھی اس کو یاد کر لیتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جو یاد کی جاتی ہو اور سہولت سے یاد ہو جاتی ہو۔[13]

نصیحت و عبرت حاصل کرنے کیلئے آسانی سے مراد: یاد رہے کہ یہاں ہرگز یہ مراد نہیں کہ قرآن ایک آسان سی کتاب ہے اور ہر کوئی اس کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنٰی ہو کہ قرآن آسان ہے بلکہ فرمایا گیا ہے کہ جو نصیحت قبول کرنے اور ہدایت پانے کے لیے قرآنِ کریم کی طرف رجوع کرتا ہے ہم اس کے لئے اس کتابِ مقدس کو آسان کر دیتے ہیں۔ اس کی فہم (عقل) کو نورِ فراست سے روشن کر دیتے ہیں۔ اس کے ذہن کو جِلا اور اس کی فکر کو بالغ نظری بخشتے ہیں۔ عروس معنٰی الفاظ کا نقاب اُٹھا دیتی ہے لیکن جو ہدایت پذیری کے لیے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس کو صحیح سمجھ سے محروم کر دیا جاتا ہے اور وہ سر پٹخ پٹخ کر رہ جاتا ہے، نیز قرآن کے الفاظ اس سے گفتگو ہی نہیں کرتے۔[14]

ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! بے شک ہم نے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے آپ کی قوم کی زبان میں قرآن نازل فرما کر آسان کر دیا اور طرح طرح کی نصیحتوں اور عبرتوں سے قرآن کو بھر دیا اور اس میں وعدوں اور وعیدوں کو بیان کر دیا۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے؟ اگر اللہ پاک لوگوں کی زبان پر اسے آسان نہ فرماتا تو کوئی بھی رحمٰن کے کلام کرنے پر قادر نہ ہوتا۔

قرآن کا اندازِ اِفہام و تفہیم آسان سے مراد: قرآنِ کریم نے اپنے مضامینِ عبرت و نصیحت کو ایسا آسان کر کے بیان کیا کہ جس طرح بڑے سے بڑا عالم و ماہر، فلسفی و حکیم اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے اسی طرح ہر جاہل بھی عبرت و نصیحت کے مضامینِ قرآن کو سمجھ کر اس سے متاثر ہوتا ہے۔

سمجھانے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے، قاتل کو تختہ دار پر لٹکایا جائے، اس وقت وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس نے بُرا کیا تھا، سمجھ تو وہ اس طرح جاتا ہے مگر سمجھانے کا یہ انداز بڑا سخت ہے جس کا فائدہ نہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو قرآن نے اختیار کیا وہ لوگ جو گمراہ ہیں اور نافرمانیوں میں اپنی عمر برباد کر رہے ہیں ان کے سامنے بڑے بڑے مؤثر پیرائے میں اس فعلِ بد پر مرتب ہونے والے المناک نتائج سے اس گم کردہ راہ کو قبل از وقت آگاہ کر دیا جائے کہ اگر وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہ آیا تو اس کا بھی یہی حال ہو گا۔ اب ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ قرآن کا یہ اندازِ اِفہام و تفہیم آسان ہے یا عذاب کے شکنجے میں جکڑے جانے کے بعد کسی کی آنکھ کھلے تو یہ آسان ہے ؟[15]

زبانِ رسول کی برکت سے آسان کرنے سے مراد: یعنی اگر یہ قرآن آپ کی مبارک زبان سے ادا نہ ہوتا تو کسی کی کیا مجال تھی کہ اس تک پہنچ جاتا۔ کہاں رب کا کلام اور کہاں انسان ضعیف البیان! اس قرآن کو زبانِ مصطفٰی پر آسان فرمایا جو پہاڑ سے بھی زیادہ ہمت والی ہے کہ اس کو برداشت فرمایا، قرآن کو آپ کی زبان پر آسان فرمایا تا کہ اس سے آپ لوگوں کو بشارت اور ڈر سنائیں۔[16]

قرآن آسان ہونے کے مفہوم کے متعلق غلط فہمیاں:

بعض لوگ قرآن کے آسان ہونے سے یہ معنٰی مراد لیتے ہیں کہ اب اس کے ہوتے ہوئے حدیث کی کچھ ضرورت نہیں، یہ محض دھوکے میں ہیں۔ بے شک قرآن آسان ہے مگر ہر زبان کے لیے نہیں بلکہ زبانِ محبوب کے لیے یا ان کے لیے جو اس بار گاہ سے فیض حاصل کریں۔[17] قرآن کے آسان ہونے سے یہ مراد لینا کہ قرآن سے مسائل و احکام کا استنباط بالکل آسان ہے، اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا، وہ اپنی جگہ ایک مستقل اور مشکل فن ہے جو علمائے راسخین کو ہی ملتا ہے۔ بعض لوگ اس آیت کا سہارا لے کر قرآن کی مکمل تعلیم، اس کے اصول و قواعد سے واقفیت حاصل کیے بغیر مجتہد بننا اور اپنی رائے سے احکام و مسائل کا استخراج کرنا چاہتے ہیں، یہ کھلی گمراہی کا راستہ ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو قرآنِ پاک کا فہم عطا فرمائے۔ آمین

---

(1) جامع صغیر، ص247، حدیث:4063 (2) کنز العمال، الجزء1، 1 / 105 (3) بخاری، 3 / 421، حدیث:5063 (4) ترمذی، 4 / 309، حدیث:2687 (5) مشکوۃ المصابیح، 1 / 55، حدیث:176 (6) مجمع الزوائد، 5 / 22، حدیث:7918 (7) فیضانِ سنت، 1 / 247 ملخصاً (8) ابو داود، 4 / 338، حدیث:4821 ماخوذاً (9) مراۃ المناجیح، 6 / 387 ملخصاً (10) شمائل ترمذی، ص19، حدیث:6 (11) خزائن العرفان، ص977 ملخصاً (12) تفسیر حسنات، 6 / 283 (13) تفسیر خزائن العرفان، ص977 ملخصاً (14) ضیاء القرآن، 5 / 57 (15) ضیاء القرآن، 5 / 57 (16) شان حبیب الرحمٰن، ص127 (17) شانِ حبیب الرحمٰن، ص128

گھبراہٹ (Anxiety)

ڈاکٹر زیرک عطّاری*

اللہ پاک نے ہمیں عقل و شعور کی نعمت سے نوازا، ہمارے اندر جذبات اور احساسات کو پروان چڑھایا جس سے ہم زندگی کی خوشیاں اور غم محسوس کر سکتے ہیں۔ سمندری لہروں کی طرح انسان کے جذبات میں بھی اتار چڑھاؤ کا عمل دخل رہتا ہے۔ ایک ہی دن میں ہم کئی بار خوشی یا غم یا ان دونوں کی ملی جلی کیفیات سے گزرتے ہیں جو کہ بالکل نارمل ہے۔

بعض دفعہ حالات وواقعات ہمارے دل و دماغ پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ ہم بے چین سے ہو جاتے ہیں۔ ایک عجیب سی فکر یا خوف لاحق ہو جاتا ہے۔ دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی، سانس پھولنے لگتی، بدن میں کپکپاہٹ سی ہوتی، ماتھے پر پسینہ آتا اور پٹھوں میں تناؤ محسوس ہونے لگتا ہے۔ ان حالات و کیفیات سے گزرنے والے شخص کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرے اختیار میں کچھ نہیں رہا اور ناکامی میرا مقدر ہے۔

اس مجموعی کیفیت کا نام ہے گھبراہٹ۔ زندگی کے کئی مواقع پر ہمارے ساتھ ایسا ہوا ہو گا۔ مثلاً امتحان سے پہلے، یا کسی ضروری میٹنگ کے موقع پر یا پھر فلائٹ کے لئے لیٹ ہوتے وقت۔ اس طرح کی گھبراہٹ بالکل نارمل ہے بلکہ بعض دفعہ تو ایسی گھبراہٹ فائدہ مند ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ چوکنّے ہو جاتے ہیں اور آپ کی کارکردگی (Performance) میں بہتری آتی ہے۔

بہر حال گھبراہٹ کے بارے میں یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اگر کوئی شخص ایسی پس پردہ گھبراہٹ (Background anxiety) میں مبتلا رہتا ہو جس کی وجہ سے روزمرہ زندگی کے معمولات پر کوئی منفی اثر نہ پڑتا ہو مثلاً کام کاج، ازدواجی زندگی، لوگوں سے میل جول، بات چیت، لین دین اور دیگر معاملات اچھے انداز میں پورے کرتا ہو تو پھر یہ پسِ پردہ گھبراہٹ بھی ہمارے لئے نارمل ہے۔ اے کاش! یہ پسِ پردہ گھبراہٹ فکرِ آخرت میں بدل جائے تو پھر زندگی سنور جائے۔

اب آتے ہیں اس گھبراہٹ کی طرف جو ہماری روزمرہ زندگی کو متأثر کرتی ہے، جس کی وجہ سے ہم اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر پاتے اور کچھ زیادہ ہی دوسروں کے آسرے پر رہتے ہیں۔ گھبراہٹ بذاتِ خود بیماری نہیں بلکہ جیسے سر درد کی کئی وجوہات ہوتی ہیں ایسے ہی یہ گھبراہٹ بھی ایک علامت ہے جو مختلف بیماریوں کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

گھبراہٹ کی وجوہات نفسیاتی امراض مثلاً ذہنی دباؤ (Depression) ❁ فوبیا (Phobia) ❁ وہم/وسوسوں کی بیماری (Obsessive-Compulsive Disorder) ❁ کسی بڑے حادثے

کی وجہ سے پیدا ہونے والا ذہنی دباؤ (Post-Traumatic Stress Disorder) جسمانی امراض مثلاً ❁ کینسر ❁ جوڑوں کے درد اور سوجن کا عارضہ (Arthritis) ❁ تھائیرائیڈ ہارمون کی زیادتی ❁ دل کی دھڑکن کی ایک مخصوص بیماری جس میں اچانک دھڑکن بہت تیز ہو جاتی ہے وغیرہا۔

لہٰذا اگر مریض اپنے آپ کو گھبراہٹ کا شکار پاتا ہے تو وہ کسی ماہرِ نفسیات سے رجوع کرے۔ ماہرِ نفسیات کو بھی چاہئے کہ وہ گھبراہٹ کی مکمل تشخیص کرے اور بیماری کی جڑ تک پہنچے۔ بعض اوقات مریض کسی عام ڈاکٹر کے پاس چلا جاتا ہے اور ڈاکٹر بھی فیس کے چکر میں اپنی پروفیشنل گائیڈ لائنز کو پس پردہ ڈال کر مکمل تشخیص کے بغیر علاج شروع کر دیتا ہے۔

گھبراہٹ کے بہت سارے علاج موجود ہیں۔ علاج کی نوعیت وجوہات کی بنیاد پر قدرے مختلف ہوتی ہے لیکن اس مضمون میں جو گھبراہٹ کے علاج تجویز کئے جارہے ہیں وہ اِن شآءَ اللہ ہر ایک کو فائدہ دیں گے۔

❁ سب سے پہلے آپ اپنی کیفیات کا جائزہ لیں۔ کون سے ایسے عناصر ہیں جو آپ کو بے چین کرتے ہیں۔ بعض اوقات مخصوص اوقات میں گھبراہٹ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں اگر آپ کیفیات کی ڈائری لکھنا شروع کریں گے تو آپ کو اپنی پرابلم کو سمجھنے کا موقع ملے گا۔ مثلاً ایک کالم میں وقت لکھیں، دوسرے میں اپنے جذبات اور محسوسات، تیسرے کالم میں اپنے ذہن میں چلنے والی سوچیں تحریر کریں اور چوتھے کالم میں وہ حالات و واقعات جن کے سبب آپ گھبراہٹ کا شکار ہیں۔ جتنا آپ محرکات (Triggers) کو سمجھیں گے اتنا ہی آپ خود اپنا علاج کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

❁ جن مشکلات یا مسائل کا آپ کو سامنا ہے ان کی درجہ بندی کریں۔ مثلاً جو مسائل آسانی سے حل ہو سکتے ہیں ان کو پہلے حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے آپ کو اعتماد حاصل ہو گا اور گھبراہٹ میں کمی آئے گی۔ اگر آپ مسائل کو گھمبیر سمجھ کر چھوڑ دیں گے تو اس کا بوجھ آپ کے ذہن پر پہاڑ کی طرح حاوی ہو جائے گا اور آپ گھبراہٹ کی چکی میں پستے رہیں گے۔

❁ سونے، جاگنے، کھانے، پینے اور عبادت کی ایک روٹین ہونی چاہئے۔ اس ضمن میں پانچ وقت نماز با جماعت ادا کرنا آپ کی زندگی میں ایک بہترین روٹین اور مثبت تبدیلی (Positive change) لا سکتا ہے۔ ذکر و اذکار، تلاوتِ قران اور دُرودِ پاک کا معمول آپ کی گھبراہٹ کو بہت حد تک کم کر سکتا ہے۔

❁ ورزش کا گھبراہٹ دور کرنے میں بہت بنیادی کردار ہے۔ ہر روز آدھا گھنٹہ ایسی ورزش کریں جس سے آپ کو پسینہ آئے، سانس تھوڑی سی پھولے اور دل کی دھڑکن میں تیزی محسوس ہو۔ اسٹریس یا گھبراہٹ کی وجہ سے جو تناؤ بدن میں آجاتا ہے ورزش کے ذریعے یہ تناؤ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

❁ اپنے ہمدردوں سے ان پر بوجھ بنے بغیر مناسب انداز میں مدد طلب کریں۔ آپ ان سے اپنے وہ جذبات اور احساسات شیئر کریں (جن کی شریعت بھی اجازت دیتی ہو)۔ اس سے بھی آپ کی گھبراہٹ میں کمی ہو گی ❁ آپ کی زندگی میں جو مثبت چیزیں ہیں ان کی لسٹ بنائیں۔ روزانہ اس لسٹ کا مطالعہ کریں اور ان مثبت چیزوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کریں۔ ہمارا دین ہمیں مثبت سوچ سکھاتا ہے۔ ایک بندۂ مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے اور دوسروں کے حوالے سے منفی سوچ کا متحمل ہو ❁ ہر ہفتہ کو مدنی چینل پر ہونے والا لائیو مدنی مذاکرہ سنیں۔ اس کے ذریعے سے جو بہترین کاؤنسلنگ آپ کو ملے گی اس کا کوئی نعمُ البدل نہیں ❁ اپنے معالج کی تجاویز کو اہمیت دیں اور دی گئی ہدایات پر مکمل عمل درآمد کریں۔ بعض مریضوں کو دوا کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ دوا کے حوالے سے عوامُ النّاس میں غلط تصور قائم ہے جس کی وجہ سے بہت سارے لوگ نفسیاتی امراض کی دوا نہیں لیتے جس کی وجہ سے وہ ساری زندگی نفسیاتی مریض رہتے ہیں۔

دعوتِ اسلامی کا خواتین میں دینی کام

اُمِّ میلاد عطاریہ*
نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت دعوتِ اسلامی

یقیناً یہ اللہ پاک کا احسان ہی ہے کہ اس نے شیطانی چالوں سے اپنے بندوں کو بچانے کے لئے انبیائے کرام اور ان کے بعد اپنے اولیائے کرام کا سلسلہ جاری رکھا، جو اللہ کے بندوں کو اس کے دین کی طرف راغب کرنے اور شیطان کے راستے پر چلنے سے روکنے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ فی زمانہ اس کی زندہ مثال امیرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّاؔر قادری ضیائی دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ ہیں، جو اصلاحِ معاشرہ کی خدمت انجام دینے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اللہ نے آپ کو بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ حسنِ اخلاق کی ایسی صفت سے نوازا ہے کہ زمانہ ان کا گرویدہ ہو گیا، لوگ آپ کے پیچھے چلنے کو نہ صرف تیار ہو گئے بلکہ اس کو اپنے لئے سعادت سمجھنے لگے اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگے، اور پھر وقت نے دیکھا کہ جن کے سُدھار کے لئے ان کے اپنے والدین نے ہار مان لی اور اپنی اولاد سے بیزار ہو گئے نیز اساتذہ نے ہر طرح کی کوششیں کر لیں، آخر کار انہوں نے بھی ہاتھ اٹھالیا، ایسے بگڑے ہوئے افراد بھی آپ کی بارگاہ میں پہنچ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرنے والے بن گئے اور والدین کی فرمانبردار اولاد میں ان کا شمار ہونے لگا۔ امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ نے معاشرے کے ہر فرد کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی، آپ نے جہاں بوڑھے جوان، استاد، طالبِ علم اور دیگر بہت سے شعبوں میں اسلام کی محبت، اس کی تعلیمات پر عمل اور عشقِ رسول کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ عام کیا، وہیں خواتین کی اصلاح کا بھی بہترین نظام قائم فرمایا۔ خواتین نہ صرف خود معاشرے کی اہم فرد ہیں بلکہ افراد کی تربیت کا ذریعہ بھی ہیں، لہٰذا دعوتِ اسلامی جب معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خواتین کے لئے ان کا کوئی پلیٹ فارم نہ ہو! دعوتِ اسلامی نے انہیں بھی تنہا نہ چھوڑا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جس کونے میں دعوتِ اسلامی کا

پیغام پہنچا، وہاں کی خواتین نے بھی اس تحریک سے فیض حاصل کیا۔ اس وقت ملک و بیرونِ ملک میں لاکھوں خواتین اس تحریک سے نہ صرف وابستہ ہیں بلکہ اپنی نسلوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے کے ساتھ دیگر اسلامی بہنوں کی اصلاح کی کوششوں میں بھی مصروف ہیں۔

دعوتِ اسلامی کا خواتین کے لئے دینی کام اسلامی بہنوں کے چند اہم شعبہ جات کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

- بڑی عمر کی خواتین اور چھوٹی عمر کی بچیوں کے لئے الگ الگ مدرسۃُ المدینہ کا قیام۔
- قراٰنِ پاک آن لائن سکھانے کی کلاسز کا اہتمام۔
- درسِ قراٰن کے ذریعے فیضانِ قراٰن کو عام کرنا۔
- جامعاتُ المدینہ گرلز کے ذریعے اسلامی بہنوں کو درسِ نظامی یعنی عالمہ کورس کروانا۔
- ہفتہ وار اجتماعات اور محافل میں اصلاحی بیانات کے ذریعے اسلامی بہنوں میں عمل کا جذبہ بڑھانا۔
- شعبہ رابطہ کے ذریعے لیڈی وکلاء، ججز، اسپورٹس وومین، آرٹسٹ اور ورکنگ وومین میں اصلاح کی کوششیں کرنا اور انہیں دین سے قریب کرنا۔
- شعبہ تعلیم کے ذریعے اسکول وکالجز کی طالبات، ٹیچرز، وومین اسٹاف میں دینِ اسلام کی روشنی کو پھیلانا۔
- شعبہ اسپیشل اسلامی بہنوں[1] کے ذریعے معذور اسلامی بہنوں میں ملک وبیرونِ ملک دینی کاموں کی دھومیں مچانا۔
- شعبہ دارُ السنہ گرلز کے ذریعے کئی شہروں میں اسلامی بہنوں کو مختلف کورسز کروانا اور تنظیمی راہنمائی کرنا۔
- غیر مسلم خواتین پر انفرادی کوشش کرکے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور نَو مسلم اسلامی بہنوں کو اسلام کی بنیادی باتیں بتانا، عقائد اور فرض علوم کے حوالے سے تربیت کرنا اور تربیتی کورسز کروانا۔

اس کے علاوہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اسلامی بہنوں میں 8 دینی کاموں کا مضبوط نیٹ ورک بھی قائم ہے جس کے ذریعے دنیا بھر میں نیکی کی دعوت اور برائی سے بچنے کی رغبت عام کی جاتی ہے۔

ذیل میں اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کی کارکردگی ملاحظہ کیجئے:

8 دینی کاموں کی کارکردگی کا جائزہ (جون 2022ء، ملک و بیرون ملک)

یومیہ 3 دینی کام		ہفتہ وار 4 دینی کام		ماہانہ 1 دینی کام	
انفرادی کوشش	دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں: 7029	ہفتہ وار سنّتوں بھرا اجتماع	مقامات: 13273 / اوسطاً شرکا: 422780	نیک اعمال کا رسالہ	100684
گھر درس	104653	علاقائی دورہ	35219		
مدرسۃ المدینہ بالغات	مدارس: 10510 / اوسطاً شرکا: 91627	مدنی مذاکرہ	127759		
		رسالہ پڑھنے/سننے والیاں	1902011		

معلمات، ناظمات اور ذمہ دار اسلامی بہنوں کا تحریری مقابلہ (برائے دسمبر 2022)

1. نیک اعمال کو برباد کرنے والے 5 اعمال کتاب "89 آیاتِ قرآنی" سے۔ اپنی تحریری صلاحیت لازمی استعمال کی جائے۔
2. بزرگ خواتین کا شوقِ حدیث یعنی طلب حدیث میں صحابیات اور بزرگ خواتین کے واقعات وغیرہ
3. گھر میں دینی لائبریری کی اہمیت، ضرورت وافادیت

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 ستمبر 2022ء

---

(1) اس سے مراد گونگی، بہری، نابینا یا کسی جسمانی معذوری کا شکار خواتین ہیں۔

دارالمدینہ

1. دعوتِ اسلامی کے ایک سو آٹھ (108) سے زائد شعبہ جات میں سے ایک شعبہ دار المدینہ انٹرنیشنل ایجوکیشن سسٹم بھی ہے۔
2. اس کا آغاز 2011ء کو ہوا۔
3. دار المدینہ کا مقصد آنے والی نسلوں کو شرعی، معاشرتی اور اخلاقی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے بنیادی دینی اور معیاری دنیاوی تعلیم فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اُمّتِ محبوب کو بہترین مبلغینِ اسلام، مفتیانِ کرام، پروفیشنلز، محققین، ماہرین، دانشور اور قابلِ رشک کردار کے حامل ایسے افراد فراہم کرنا ہے جو معاشرے کو درست سمت پر چلانے کے لیے مشعلِ راہ بن سکیں۔
4. امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہِ فیض سے اب تک ملک اور بیرونِ ملک ایک سو چھ (106) کیمپسز کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ جن میں دار المدینہ بوائز سکینڈری اسکول، دار المدینہ گرلز سکینڈری اسکول اور دار المدینہ اسلامک اسکولنگ سسٹم شامل ہیں۔
5. دنیا بھر میں مندرجہ ذیل مقامات پر دار المدینہ کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

1. پاکستان: کراچی، حیدرآباد، ٹنڈو آدم، لاڑکانہ، سکھر، شہداد پور، لاہور، فیصل آباد، سیالکوٹ، راولپنڈی، واہ کینٹ، ملتان، جتوئی، گجرات، بھلوال، ڈنگہ، گجرانوالہ، جھنگ، منڈی بہاؤالدین، پنڈی گھیب، اٹک، سرگودھا، چشمہ، شرق پور اور میرپور کشمیر۔
2. ہند: آگرہ، آکولا، پونا، دہلی، ناگپور، ممبئی، احمد آباد، موڈاسا، گوونڈی، ناگپور، حیدرآباد۔
3. یوکے: بلیک برن، سلاو اور لندن۔
4. یوایس اے: کیلیفورنیا (سیکریمنٹو)
5. بنگلہ دیش: سیدپور
6. نیپال: نیپال گنج

6۔ کم و بیش 27000 (Twenty seven thousand) طلبہ وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔

7۔ دار المدینہ کے تعلیمی نظام کو منظم طور پر چلانے کے لیے اس میں مندرجہ ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں: جبکہ employees اجیروں کی تعداد کم و بیش 2465 ہے۔

Recourse and Development	ریسورس اینڈ ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ
Deeniyat Department	شعبہ دینیات
Education Management	ایجوکیشن مینجمنٹ
IT	آئی ٹی
Curriculum	شعبہ نصاب
HR	ایچ آر
Admin	ایڈمن

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144

Email: mahnamahkhawateen@dawateislami.net

ilmia@dawateislami.net

WhatsApp: 0348-6422931

Web: www.dawateislami.net